Spot CMYK#Waheed

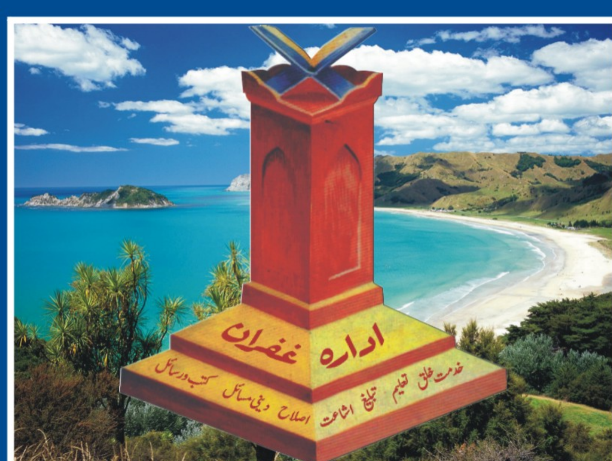

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے
سالانہ............300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ	نئے انتخابات کی تیاری	مفتی محمد رضوان	۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط ۹۸)	اسلام کا قانونِ قصاص و دیت	// //	۵
درسِ حدیث	زوجین کو باہم حسنِ معاشرت وحسنِ اخلاق اختیار کرنے کا حکم	// //	۱۴

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ	مفتی محمد رضوان	۱۸
جنت کی کہانی قرآن کی زبانی (جنت اور اس کی بہاریں: قسط ۶)	مفتی محمد امجد حسین	۲۲
جہانگیر کا دربار	// //	۲۸
سلام کرنے کے آداب	مولانا محمد ناصر	۳۳
شراب اور نشہ کے دنیاوی اور دینی نقصانات (قسط ۸)	مفتی محمد رضوان	۴۱
تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط ۱۳)	مفتی منظور احمد	۴۶
ماہِ ذیقعدہ: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	مولانا طارق محمود	۵۰
علم کے مینار..عمر خیام ایک عظیم مگر مظلوم فلسفی وریاضی دان (قسط ۹)	مفتی محمد امجد حسین	۵۲
تذکرۂ اولیاء: نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں	// //	۵۸
پیارے بچو! عقل مند شاگرد	مولانا محمد ناصر	۶۱
بزمِ خواتین عدت کے احکام (دسویں وآخری قسط)	مفتی محمد یونس	۶۷
آپ کے دینی مسائل کا حل.... فرض نماز کھڑی ہونے کے وقت سنت ونفل نماز پڑھنا	ادارہ	۷۱
کیا آپ جانتے ہیں؟ سونا سنت اور عبادت ہے	مفتی محمد رضوان	۸۳
عبرت کدہ حضرت یوسف علیہ السلام (قسط ۲۹)	ابوجویریہ	۸۷
طب وصحت بیماری میں صحت کے زمانہ کے اعمال کا ثواب	مفتی محمد رضوان	۸۹
اخبارِ ادارہ ادارہ کے شب وروز	مولانا محمد امجد حسین	۹۲
اخبارِ عالم قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	حافظ غلام بلال	۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

نئے انتخابات کی تیاری

موجودہ حکومت کا پانچ سالہ نصابِ حکمرانی مکمل ہونے کے قریب ہے، اور اگلے یا نئے انتخابات کی تیاریاں شروع ہوچکی ہیں۔

ہم کئی مرتبہ یہ واضح کرچکے ہیں کہ موجودہ انتخابات کے طریقہ کار میں کئی اصلاحات کی ضرورت ہے، اور اس میں کئی قسم کے نقائص پائے جاتے ہیں، جن میں سے بعض شرعی اصولوں سے بھی میل نہیں کھاتے، لیکن کیونکہ ان اصلاحات کا اختیار ہرکس وناکس کے ہاتھ میں نہیں ہے، اور موجودہ طریقۂ کار کے مطابق انتخابات کے ذریعہ ایک عرصہ سے حکومتوں کی آمد جامد ہوتی رہی ہے، اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اس لئے ملک کا باشندہ ہونے اور انتخابات میں حقِ رائے دہی حاصل ہونے کے اعتبار سے ووٹ دینے کی اہلیت رکھنے والے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ووٹ کو ضائع ہونے سے بچائے، اور اس کا امانت دیانت کے ساتھ استعمال کرے، اور اس سلسلہ میں اپنی طرف سے غفلت ولاپرواہی کا مظاہرہ نہ کرے، کیونکہ ظاہری اسباب کے درجہ میں انتخابات میں ووٹ کی تعداد اور گنتی کے کم یا زیادہ ہونے کی بنیاد پر کسی امیدوار کی فتح وشکست کا فیصلہ ہوتا ہے۔

اس حالت میں ایک ایک ووٹ کو بڑی قدر اور اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

مگر بدقسمتی، کم علمی، خیانت، مال ومنصب اور عہدوں کی بے جا محبت کی وجہ سے ووٹوں کے سلسلہ میں بڑی بڑی بے اعتدالیاں سامنے آتی ہیں، ملک کے ایک بڑے طبقہ کا تو حال یہ ہے کہ اسے ووٹوں سے کوئی سروکار ہی نہیں، نہ اس نے کبھی ووٹ کو استعمال کرنے کی ضرورت سمجھی، اور نہ کبھی ووٹ کا استعمال کیا، خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ووٹ ڈالنے کو وہ اپنی شان وشوکت کے خلاف سمجھتا ہو، یا پھر یہ وجہ ہو کہ وہ بہر حال ووٹ کے استعمال کو ہی شرعاً گناہ بلکہ بڑا گناہ تصور کرتا ہو، یا پھر یہ وجہ ہو کہ اس کے نزدیک اپنے ایک ووٹ کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو، اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ میرے ایک ووٹ یا میرے گھر کے چند ووٹوں کے استعمال سے کونسی فتح وشکست کا فیصلہ ہوتا ہے، یا پھر یہ کہ ووٹ کا استعمال جس کے حق میں بھی کردیا جائے، بس ذمہ

داری پوری ہوجاتی ہے، خواہ وہ امیدوار کسی بھی طرح کا ہو، یا پھر اس کے نزدیک ووٹ کی حیثیت ایک نوٹ کی طرح ہو کہ جہاں ووٹ کے استعمال میں نوٹ حاصل ہوں، وہاں استعمال کرنے کی ضرورت سمجھتا ہو، اور ووٹ اس کے نزدیک ایک مال اور سودے کی طرح خرید وفروخت کی چیز ہو۔

بہر حال یہ اور اس طرح کی کئی بے اعتدالیوں کے پائے جانے کی وجہ سے ووٹوں کا معاملہ قدم قدم پر بے اعتدالیوں کا شکار ہے، اور ان بے اعتدالیوں کے نتائجِ بد سے پورا ملک دوچار ہے۔

ہمارے نزدیک ووٹ کو درحقیقت ایک بڑی شہادت وگواہی کا درجہ حاصل ہے، جس کا چھپانا اور استعمال نہ کرنا بھی جرم ہے، اور اپنے نزدیک نااہل کے حق میں اس کا استعمال کرنا بھی جرم ہے۔

اور جب تک اس قسم کی بے اعتدالیاں اور غلط فہمیاں دور نہ ہوں، اس وقت تک کسی بہتر تبدیلی، اور ملک وملت کی خوشحالی کی توقع رکھنا اور ملک میں جاری دہشت گردی، قتل وغارت گری، کرپشن، لوٹ مار، اغوا کاری، مہنگائی، بے روزگاری، فحاشی اور بے حیائی وغیرہ جیسی خرابیوں سے نجات کا حاصل ہونا بظاہر مشکل ہے۔

اس لئے موجودہ انتخابات میں ملک کے ہر باشندہ کو امانت ودیانت کے ساتھ اپنے ووٹ اور ذمہ داری کا استعمال ضرور کرنا چاہئے۔

اور اس میدان کو نااہل امیدواروں اور ووٹروں کے حوالہ کر کے گھر میں بیٹھ جانے کے طرزِ عمل سے بچنا چاہئے۔

جس سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بدتر کے مقابلہ میں بہتر نتائج سے محروم نہیں فرمائیں گے۔

اللہ کرے کہ ایسا ہو۔ آمین۔

Idara Ghufran

(سورہ بقرہ قسط ۹۸، آیت ۱۷۸، ۱۷۹) مفتی محمد رضوان

اسلام کا قانونِ قصاص و دیت

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثٰى بِالْأُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ أَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ أَلِيْمٌ (۱۷۸) وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَّا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۷۹)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو، تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص فرض کردیا گیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، پھر جس (قاتل) کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی مل جائے تو (مدعی کے لئے) معروف طریقے پر (دیت کا) مطالبہ کرنا اور (قاتل کے ذمے) خوش معاملگی کے ساتھ (دیت) ادا کردینا، یہ تمہارے رب کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے، پھر اس کے بعد جو کوئی زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے، اور اے عقلمندو تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تا کہ تم (قتل و غارت گری سے) بچو (سورہ بقرہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جان کے عوض میں جان کے قتل کیے جانے کا حکم بیان فرمایا ہے، جس کو شریعت کی زبان میں قصاص کہا جاتا ہے۔

اور ''قصاص'' کے لغت میں معنیٰ مماثلت کے آتے ہیں، اور اس عمل کا قصاص نام رکھے جانے کی وجہ یہی ہے کہ جس نے جتنا ظلم کیا ہے، اس سے اس کے مثل ہی بدلہ لیا جائے۔ [1]

---

[1] اور قصاص کے مقابلہ میں حد ایسی سزا ہے، جس کی مقدار کو شریعت نے خود مقرر کردیا ہے۔

القصاص لغة المماثلة، واصطلاحا: أن يوقع على الجاني مثل ما جنى كالنفس بالنفس والجرح بالجرح. ومنه قوله تعالى: (ولكم في القصاص حياة يا أولي الألباب) وقوله تعالى (كتب عليكم القصاص في القتلى الحر بالحر). فالقصاص غير الحد لأنه عقوبة مقدرة وجبت حقا للعباد عادة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص ۱۳۰، مادہ حدود، القصاص)

Idara Ghufran

جب کوئی شخص دوسرے کو ظلماً جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کو شریعت کی زبان میں ’’قتلِ عمد‘‘ کہا جاتا ہے۔[۱]
کسی کو ظلماً جان بوجھ کر قتل کرنا باجماعِ امت حرام ہے، اور دنیا میں قصاص یا دیت کے علاوہ اس کی آخرت میں بھی بڑی سخت سزا ہے۔

ایسے قتل کے بارے میں کہ جس کو قتلِ عمد کہا جاتا ہے، اس میں شریعت نے قصاص کا حکم جاری کیا ہے، جس کے مطالبہ کے حق دار مقتول کے ورثاء ہیں، مگر مقتول کے ورثاء کو شریعت نے یہ حق بھی دیا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو قاتل سے خون بہا حاصل کریں، جس کو شریعت کی زبان میں ’’دیت‘‘ کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ " :لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ :رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ إِحْصَانِهٖ فَعَلَيْهِ الرَّجْمُ، أَوْ قَتَلَ عَمْدًا فَعَلَيْهِ الْقَوَدُ، أَوِ ارْتَدَّ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ (سنن النسائی، رقم الحدیث ۴۰۵۷)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان آدمی کا خون تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی وجہ سے ہی حلال ہوتا ہے؛ ایک تو وہ آدمی جو شادی شدہ ہونے کے

---

[۱] اور جمہور فقہائے کرام (مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک قتلِ عمد کے لئے اتنا کافی ہے کہ قاتل قصداً ایسی چیز کے ذریعہ سے قتل کرے، جس سے یقینی یا غالب گمان کے درجہ میں عادتاً موت واقع ہوجاتی ہو، خواہ وہ کسی دھاردار چیز سے قتل کرے، جیسا کہ تلوار، چھری، وغیرہ سے، یا غیر دھاردار چیز سے قتل کرے، جیسا کہ بڑے پتھر سے، یا بڑی لکڑی سے، بلکہ اگر کسی کو ایسے پانی میں غرق کردیا جائے یا ڈبو دیا جائے اور وہ فوت ہوجائے، کہ جس میں ڈوبنے سے عادتاً انسان کا بچنا ممکن نہیں ہوتا، یا دھوکہ سے یا جبراً زہر دے کر مار دیا جائے، تو بھی قتلِ عمد میں داخل ہے۔
اور اگر کسی ایسی چیز سے جان بوجھ کر مارا کہ جس سے غالب گمان کے درجہ میں عادتاً موت واقع نہیں ہوتی، تو اس کو شبہ عمد کہا جاتا ہے۔
جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قتلِ عمد کے لئے جان بوجھ کر دھاردار آلہ سے قتل کرنا ضروری ہے، جس سے عادتاً قتل کیا جاتا ہو، اور اگر کسی غیر دھاردار آلہ سے جان بوجھ کر قتل کیا جائے، تو اس کو شبہ عمد کہا جاتا ہے۔
اور اگر کسی کو مارنے اور قتل کرنے کا ارادہ نہ ہو، پھر غلطی سے کوئی زد میں آجائے، تو اس کو قتلِ خطا کہا جاتا ہے۔
قتلِ شبہ عمد اور قتلِ خطا میں قصاص نہیں ہے، بلکہ دیت ہے؛ جبکہ قتلِ عمد میں اولیاء کو قصاص کا حق حاصل ہے، اور اس کے بجائے دیت لینے کا بھی اختیار ہے۔

وقد اختلف الفقهاء فی تعریف القتل العمد، فذهب المالكية والشافعية والحنابلة، وأبو يوسف ومحمد من الحنفية إلى أن القتل العمد :هو قصد الفعل والشخص بما يقتل قطعا أو غالبا.

وعند أبی حنيفة القتل العمد :هو أن يتعمد ضرب المقتول فی أی موضع من جسده بآلة تفرق الأجزاء كالسيف، والليطة، والمروة والنار، لأن العمد فعل القلب، لأنه القصد، ولا يوقف عليه إلا بدليله، وهو مباشرة الآلة الموجبة للقتل عادة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۲، ص ۳۳۶، مادہ قتل، قتل عمد)

بعد زنا کرے، تو اس پر رجم ہے، دوسرے وہ جو کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے، تو اس پر قصاص ہے، تیسرے وہ آدمی جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے، تو اس پر قتل ہے (نسائی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :اَلْعَمْدُ قَوَدُ الْیَدِ ,وَالْخَطَأُ عَقْلٌ لَا قَوَدَ فِیهِ ,وَمَنْ قُتِلَ فِیْ عِمِّیَّةٍ بِحَجَرٍ أَوْ عَصًا أَوْ سَوْطٍ فَهُوَ دِیَةٌ مُغَلَّظَةٌ فِیْ أَسْنَانِ الْإِبِلِ (سنن الدارقطنی، رقم الحدیث ۳۱۳۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمداً قتل کا بدلہ قصاص ہے (یعنی اس کے ہاتھ کے کرتوت کا بدلہ قصاص ہے) اور خطاء کے طور پر قتل میں دیت ہے، جس میں قصاص نہیں ہے، اور جو شخص ان دیکھی حالت میں پتھر یا لکڑی یا کوڑے سے قتل کر دیا جائے، تو اس میں دیتِ مغلظہ ہے بڑی عمر والے اونٹوں سے (دارقطنی)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " :مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَإِنَّهُ یُدْفَعُ إِلَی أَوْلِیَاءِ الْقَتِیْلِ، فَإِنْ شَاءُ وْ قَتَلُوْا، وَإِنْ شَاءُ وْا أَخَذُوا الدِّیَةَ ، وَهِیَ ثَلَاثُوْنَ حِقَّةً ، وَثَلَاثُوْنَ جَذَعَةً ، وَأَرْبَعُوْنَ خَلِفَةً ، فَذٰلِکَ عَقْلُ الْعَمْدِ، وَمَا صَالَحُوْا عَلَیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ لَهُمْ، وَذٰلِکَ شَدِیْدُ الْعَقْلِ ، وَعَقْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظَةٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ، وَلَا یُقْتَلُ صَاحِبُهُ(مسنداحمد، رقم الحدیث ۷۰۳۳)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دے تو یہ مقتول کے ورثاء کے حوالے کیا جائے گا وہ چاہیں تو اسے قصاصاً قتل کر دیں اور چاہیں تو دیت لے لیں جو کہ (سو اونٹ اس تفصیل کے مطابق ہیں کہ) تیس حقے (یعنی تین سالہ اونٹ) تیس جذعے (یعنی چار سالہ اونٹ) اور چالیس حاملہ اونٹنیاں، یہ قتلِ عمد کی دیت ہے اور وہ جس چیز پر قاتل سے صلح کر لیں وہ اس کے حقدار ہوں گے اور یہ سخت دیت ہے، قتلِ شبہ عمد کی دیت بھی قتلِ عمد کی

---

[1] فی حاشیة مسند احمد: حدیث حسن، وبعضه صحیح.

دیت کی طرح ملغظ ہی ہے اوراس صورت میں قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا (مسند احمد)

ان احادیث سے قتلِ عمد کی صورت میں قصاص اور قتلِ شبہ عمداور قتلِ خطاء کی صورت میں قصاص کے بجائے دیت کا حکم معلوم ہوا۔

قتلِ عمد کے مقابلہ میں قتلِ خطا وہ ہے کہ جس میں دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ نہ ہو، بلکہ غلطی سے کوئی زد میں آ جائے۔ [۱]

مسلمان آزاد مقتول کی دیت ایک سو اونٹ ہے، اور عورت کی دیت مرد کے مقابلہ میں آدھی ہے، یعنی پچاس اونٹ۔

اور مسلمان آزاد مقتول مرد کی دیت سونے کے ذریعے سے ایک ہزار دینار ہے، اور چاندی کے ذریعے سے دس ہزار درہم، اور بعض فقہاء کے نزدیک بارہ ہزار درہم ہے۔ [۲]

---

[۱] لا خلاف بين الفقهاء في أن القتل الخطأ هو أن لا يقصد الضرب ولا القتل، مثل أن يرمي صيدا أو هدفا فيصيب إنسانا، أو ينقلب النائم على إنسان فيقتله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦، ص١٦، مادة: جنايات، القتل الخطأ)

[۲] اور درہم آج کل کے مروّجہ وزن کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہے، تو دس ہزار درہم کی دیت دو ہزار نو سو سولہ تولے آٹھ ماشے چاندی ہوگی، یعنی چھتیس سیر چھتیس تولے آٹھ ماشے (معارف القرآن ج۱، ص۴۳۷)

اتفق الفقهاء على أن الإبل أصل في الدية، فتقبل إذا أديت منها عند جميع الفقهاء.

واختلفوا فيما سوى الإبل :فذهب المالكية وأبو حنيفة إلى أن أصول الدية أي ما تقضى منه الدية من الأموال ثلاثة أجناس :الإبل والذهب والفضة؛ لقول النبي صلى الله عليه وسلم :إن في النفس مائة من الإبل . وقوله عليه الصلاة والسلام :على أهل الذهب ألف دينار وعلى أهل الورق اثنا عشر ألف درهم .

فالدية على أهل الإبل مائة من الإبل، وعلى أهل الذهب ألف دينار من الذهب وعلى أهل الورق (الفضة) اثنا عشر ألف درهم، عند المالكية والشافعية والحنابلة :لقوله صلى الله عليه وسلم :على أهل الذهب ألف دينار وعلى أهل الورق اثنا عشر ألف درهم ولما روى ابن عباس رضي الله عنهما أن رجلا قتل فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ديته اثني عشر ألفا.

قال النفراوي المالكي :صرف دينار الدية اثنا عشر درهما، كدينار السرقة والنكاح، بخلاف دينار الجزية والزكاة فصرفه عشرة دراهم، وأما دينار الصرف فلا ينضبط وقال الحنفية :الدية من الورق عشرة آلاف درهم؛ لقول عمر رضي الله عنه :(الدية عشرة آلاف درهم) ، وكان ذلك بمحضر من الصحابة رضي الله عنهم ولم ينقل أنه أنكر عليه أحد، فيكون إجماعا مع أن المقادير لا تعرف إلا سماعا فالظاهر أنه سمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولما روى ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قضى بالدية في قتيل بعشرة آلاف درهم. ولأن الدينار مقوم في الشرع بعشرة دراهم كما في الزكاة، فإن نصاب الفضة في الزكاة مقدر بمائتي درهم، ونصاب الذهب فيها بعشرين دينارا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَـمَّـا فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ : وَمَـنْ قُتِـلَ لَـهُ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ، إِمَّا أَنْ يَّعْفُوَ، وَإِمَّا أَنْ يَّقْتُلَ (ترمذی، رقم الحديث ۱۴۰۵) ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الزيلعي :يحمل ما رواه الشافعي ومن معه على وزن خمسة، وما رويناه على وزن ستة، وهكذا كانت دراهمهم في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى زمان عمر رضى الله عنه فاستويا. وبهذا ظهر أن الاختلاف فى مقدار الدية يرجع إلى سعر صرف الدينار.

والمذهب عند الحنابلة، وهو قول الصاحبين من الحنفية أن أصول الدية خمسة :الإبل والذهب والورق والبقر والغنم، وهذا قول عمر وعطاء وطاوس وفقهاء المدينة السبعة، وابن أبى ليلى .وزاد عليها أبو يوسف ومحمد من الحنفية -وهو رواية عن أحمد -الحلل، فتكون أصول الدية ستة أجناس.

واستدلوا بما روى عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، أن عمر قام خطيبا فقال :ألا إن الإبل قد غلت .. ففرضها على أهل الذهب ألف دينار وعلى أهل الورق اثنى عشر ألفا وعلى أهل البقر مائتى بقرة، وعلى أهل الشاء ألفى شاة، وعلى أهل الحلل مائتى حلة .وعلى ذلك فأى شىء أحضره من عليه الدية من الجانى أو العاقلة من هذه الأصول لزم الولى أو المجنى عليه أخذه، ولم يكن له المطالبة بغيره، سواء أكان من أهل ذلك النوع أم لم يكن؛ لأنها أصول فى قضاء الواجب يجزء واحد منها، فكانت الخيرة إلى من وجبت عليه .

وقال الشافعي :وهو رواية عن أحمد وظاهر كلام الخرقى من الحنابلة، وقول طاوس وابن المنذر :إن الأصل فى الدية الإبل لا غير؛ لقوله :ألا إن قتيل الخطأ شبه العمد ما كان بالسوط والعصا مائة من الإبل.

ولأن النبى صلى الله عليه وسلم فرق بين دية العمد والخطأ فغلظ بعضها وخفف بعضها، ولا يتحقق هذا فى غير الإبل؛ ولأنه بدل متلف (وجب) حقا لآدمى، فكان متعينا كعوض الأموال .

وعلى ذلك فمن تجب عليه الدية وله إبل تؤخذ الدية منها سليمة من العيوب، وأيهما أراد المعدول عنها إلى غيرها فللآخر منعه، ولا يعدل إلى نوع آخر أو قيمته إلا بتراض من المودى والمستحق؛ لأن الحق متعين فى الإبل فاستحقت كالمثل فى المثليات المتلفة.

ولو عدمت إبل الدية حسا بأن لم توجد فى موضع يجب تحصيلها منه، أو شرعا بأن وجدت فيه بأكثر من ثمن مثلها، فالواجب ألف دينار على أهل الدنانير أو اثنا عشر ألف درهم فضة على أهل الدراهم، وهذا قول الشافعى فى القديم لحديث " :على أهل الذهب ألف دينار وعلى أهل الورق اثنا عشر ألف درهم ،وفى القول الجديد للشافعى تجب قيمتها وقت وجوب تسليمها بنقد بلده الغالب بالغة ما بلغت؛ لأنه بدل متلف، فيرجع إلى قيمتها عند إعواز الأصل . وقال المالكية :أهل البوادى من كل إقليم من أهل الإبل فإن لم يوجد عندهم إلا الخيل والبقر فلا نص، والظاهر تكليفهم بما يجب على حاضرتهم من ذهب أو فضة، وقيل: يكلفون قيمة الإبل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۱، ص۵۷ الى ۵۹، مادة: ديات، ما تجب منه الدية: أصول الدية)

۱؎ قال الترمذى: وَفِي البَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ کی فتح عطا فرمائی، تو رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، پھر آپ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا کہ جس کا کوئی قتل کر دیا جائے، تو اس (اس کے والی وارث) کو دو طرح کا اختیار ہے! یا تو یہ کہ وہ معاف کر دے، یا یہ کہ وہ قتل کر کے قصاص لے (ترمذی)

حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَلَا إِنَّكُمْ يَا مَعْشَرَ خُزَاعَةَ قَتَلْتُمْ هٰذَا الْقَتِيلَ مِنْ هُذَيْلٍ، وَإِنِّي عَاقِلُهُ، فَمَنْ قُتِلَ لَهُ بَعْدَ مَقَالَتِي هٰذِهِ قَتِيلٌ، فَأَهْلُهُ بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ :أَنْ يَأْخُذُوا الْعَقْلَ، أَوْ يَقْتُلُوا (ابو داود، رقم الحدیث ۴۵۰۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہِ خزاعہ! بے شک تم نے اس مقتول کو جو ہذیل قبیلہ کا تھا قتل کیا ہے؟ اور بیشک میں اس کا عاقل ہوں (یعنی اس کی دیت میں دلواؤں گا) پس آج کے اس مقتول کے بارے میں میری گفتگو کے بعد جس کا بھی کوئی مقتول ہو، تو اس کے ورثاء کو دو اختیار ہیں، یا تو وہ دیت لے لیں یا اسے قصاص میں قتل کر دیں (ابوداود)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلى الله عليه وسلم :الْعَمْدُ قَوَدٌ ، إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ وَلِيُّ الْمَقْتُولِ

(مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۲۸۳۴۱، من قال العمد قود)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمداً قتل کا بدلہ قصاص ہے، مگر یہ کہ مقتول کا ولی معاف کر دے (ابنِ ابی شیبہ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مقتول کے ورثاء واولیاء کو قصاص کے بجائے، دیت لینے اور معاف کر دینے کا بھی حق ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قصاص یا دیت لینے یا بالکلیہ معاف کر دینے کا اختیار مقتول کے ورثاء واولیاء کو ہے، ان کی رضامندی کے بغیر کسی دوسرے کو، خواہ وہ حاکم ہو، خود سے معاف کر دینے کا حق حاصل نہیں ہے، جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا ہے، بلکہ احادیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ قَتَلَ عَمْدًا فَهُوَ قَوَدُ يَدِهِ، مَنْ حَالَ دُوْنَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ

أَجُمَعِيُنَ(سنن الدارقطنی، رقم الحديث ۳۱۳۲)

ترجمہ: اور جس نے کسی کو عمداً قتل کیا، تو وہ اس کے ہاتھ کا قصاص ہے (یعنی اس کے ہاتھ کے کرتوت کا بدلہ ہے) جو شخص اس قصاص (لینے) کے درمیان حائل ہو، تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے (دار قطنی)

اور ایک مرسل حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے کہ:

وَمَـنُ حَالَ دُونَهُ فَعَلَيُهِ لَعُنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهُ، لَا يُقُبَلُ مِنُهُ صَرُفٌ وَلَا عَدُلٌ (ابوداؤد، رقم الحديث ۴۵۳۹)

ترجمہ: اور جو شخص اس کے درمیان حائل ہوجائے (یعنی قصاص میں رکاوٹ بن جائے) تو اس پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب آئے اور اس سے نہ کوئی فرض قبول کیا جائے گا نہ ہی نفل (ابوداؤد)

قصاص کے علاوہ دیت بھی مقتول کے ورثاء کا حق ہے، جو ان کو اپنی میراث کے حصہ کے بقدر حاصل ہوتا ہے، لیکن اگر مقتول کے تمام ورثاء عاقل بالغ ہوں، اور وہ قاتل کے ساتھ دیت کی مقدار سے کم پر مصالحت کرلیں، یا قصاص اور دیت وغیرہ کو بالکلیہ معاف کردیں، تو ان کو اس کا بھی اختیار ہے، بلکہ معاف کردینا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ [1]

قرآن مجید میں ایک موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَـزَاءُ سَيِّـئَةٍ سَيِّـئَةٌ مِّثُلُهَـا فَـمَـنُ عَـفَـا وَأَصُلَحَ فَأَجُرُهُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيُنَ(سورة الشوریٰ آيت ۴۰)

ترجمہ: اور برائی کا بدلہ اسی طرح کی برائی ہے، پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرلے تو اس کا اجر اللہ پر ہے، بے شک اللہ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا (سورہ شوریٰ)

---

[1] أجمع الفقهاء على أن ولی الدم مخير فی الجناية على النفس بين ثلاث خصال :فإما أن يقتص من القاتل، أو يعفو عنه إلى الدية أو بعضها، أو أن يصالحه على مال مقابل العفو، أو يعفو عنه مطلقا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۸۰، مادة: تخيير،التخيير بين القصاص والدية والعفو)

رغب الشارع فی العفو عن القصاص...... واتفق الفقهاء على أنه إن عفا عن القصاص مجانا فهو أفضل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۱، ص ۵۱ ، مادة: ديات، العفو عن القصاص)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر چہ برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی کے ساتھ لینا جائز ہے، مثلاً کسی نے دوسرے کو جان بوجھ کر قتل کیا، تو اس کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہے، لیکن معاف کر دینا افضل ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ إِلَيْهِ شَيْءٌ فِيْهِ قِصَاصٌ، إِلَّا أَمَرَ فِيْهِ بِالْعَفْوِ (ابو داود، رقم الحديث ۴۴۹۷)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کے پاس جب بھی کوئی قصاص کا معاملہ آتا ہوا دیکھا، تو آپ نے اس میں معاف کرنے کا حکم فرمایا (ابوداود)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ (مسلم، رقم الحديث ۲۵۸۸"۶۹")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، اور جو بندہ بھی درگزر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو زیادہ فرماتے ہیں، اور جو کوئی بھی اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرماتے ہیں (مسلم)

مذکورہ آیت اور احادیث سے قصاص لینے کے بجائے معاف کر دینے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

قصاص و دیت کا اسلامی قانون انتہائی حکمت اور عدل وانصاف پر مبنی ہے، ایک حکمت تو سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت ہی میں بیان کی گئی ہے کہ اس میں انسانوں کی حیات و زندگی ہے، اور وہ اس طرح کہ قصاص و دیت کے قانون کے ڈر کی وجہ سے قاتل کو قتل کرنے کی جرائت نہیں ہوتی، اور ہر ایک کو ڈر لگا رہتا ہے کہ اگر اس نے کسی کو قتل کیا تو جان کے بدلہ جان یا بھاری مال دے کر بدلہ چکانا پڑے گا۔

اور اگر اس طرح کا قانون نہ ہو تو پھر قاتل کو کسی کے قتل کرنے میں کوئی ڈر وخوف نہ ہوگا، اور اس طرح قتل و قتال کے واقعات کثرت سے جنم لیں گے، پھر عدل وانصاف کا تقاضا یہ بھی یہی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو جان بوجھ کر قتل کیا ہے، تو اس کے بدلہ میں قاتل کو قتل کیا جائے۔

شریعت نے ایک دوسرے کے حقوق کی اتنی تاکید بیان کی ہے کہ اگر جانور بھی دوسرے جانور پر ظلم کرے تو

قیامت کے دن اس کو بھی بدلہ دلوایا جائے گا۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلٰى أَهْلِهَا، حَتّٰى تُقَادَ الشَّاةُ الْجَمَّآءُ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ۸۲۸۸) ؎۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حقداروں کو ان کے حقوق ضرور ادا کیے جائیں گے حتی کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے جس نے اسے سینگ مارا ہوگا بھی قصاص دلوایا جائے گا (مسند احمد)

یہ بات رکھنے کی ہے کہ قصاص لینے کا حق اگر چہ مقتول کے ورثاء یا اولیاء کو ہے، مگران کو باختیار خود قاتل کو قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں کہ خود ہی قاتل کو قتل کرڈالیں، بلکہ یہ حق حاصل کرنے کے لیے حاکم (اور عدالت) کا حکم ضروری ہے۔ ؎۲

؎۱ فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

؎۲ وذهب جمهور الفقهاء إلى أنه لا يجوز استيفاء القصاص إلا بإذن الإمام فيه لخطره؛ ولأن وجوبه يفتقر إلى اجتهاد لاختلاف الناس فی شرائط الوجوب والاستيفاء ، لكن يسن حضوره عند الشافعية.
والمذهب عند الحنابلة أن لا يستوفى القصاص إلا بحضرة السلطان أو نائبه، فإذا استوفاه الولى بنفسه بدون إذن السلطان جاز، ويعزر لافتئاته على الإمام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳،ص ۲۷۳،ماده قصاص)

(علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر 22)

لے پالک اور منہ بولی اولاد کی شرعی حیثیت

کسی دوسرے کی اولاد کو لے کر پالنے یا منہ بولی اولاد قرار دینے کی شرعی حیثیت
اوراس پر مرتَّب ہونے والے اثرات ونتائج اور احکام کا شرعی ومعاشرتی جائزہ
یتیم، لاوارث اور لقیط بچے کی کفالت وپرورش پر مرتب ہونے والے فضائل
لاوارث، مجہولُ النسب، لقیط اور ولدِ زنا کے نسب ومیراث وغیرہ کے احکام

قضائے قاضی کے ظاہراً وباطناً نافذ ہونے کی بحث

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

زوجین کو باہم حسنِ معاشرت وحسنِ اخلاق اختیار کرنے کا حکم

نکاح کے نتیجہ میں زوجین کو ایک دوسرے کے ساتھ قریبی تعلق اور دیرینہ واسطہ پیش آتا ہے، اس لئے شریعت کی اہم تعلیم یہ ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کریں۔

قرآن وسنت میں بیوی کو بھی شوہر کے ساتھ حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کی تاکید وترغیب بیان کی گئی ہے، اور شوہر کو بھی بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کی تاکید وترغیب بیان کی گئی ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زوجین کو ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرنا ایک دوسرے کے مشترکہ حقوق میں داخل ہے۔

اور حسنِ معاشرت وحسنِ اخلاق میں درجہ بدرجہ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی اور اچھا برتاؤ کرنا سب داخل ہے۔ [۱]

---

[۱] حکم العشرة بالمعروف:

ذهب الحنفية والحنابلة إلى أن العشرة بالمعروف بين الزوجين مندوبة ومستحبة، قال الكاسانى :من أحكام النكاح الصحيح المعاشرة بالمعروف، وأنه مندوب إليه ومستحب . وكذلك من جانبها هى مندوبة إلى المعاشرة الجميلة مع زوجها.وقال البهوتى :ويسن لكل منهما تحسين الخلق لصاحبه، والرفق به، واحتمال أذاه.وذهب المالكية إلى :وجوب العشرة بالمعروف ديانة لا قضاء .

قال ابن العربى :هذا -أى العشرة بالمعروف -واجب على الزوج ولا يلزمه ذلك فى القضاء إلا أن يجرى الناس فى ذلك على سوء عادتهم، فيشترطونه ويربطونه بيمين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰،ص ۱۲۰ ،ماده عشرة)

الحث على العشرة بالمعروف :حث الشارع على العشرة بين الزوجين بالمعروف، قال تعالى :(وعاشروهن بالمعروف) وقال تعالى :(ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف)

قال أبو زيد :يتقون الله فيهن كما عليهن أن يتقين الله فيهم، وقال الضحاك فى تفسير هذه الآية :إذا أطعن الله وأطعن أزواجهن فعليه أن يحسن صحبتها، ويكف عنها أذاه، وينفق عليها من سعته. وقال النبى صلى الله عليه وسلم :استوصوا بالنساء خيرا فإنهن عندكم عوان.

معنى العشرة بالمعروف:معنى العشرة بالمعروف التى أمر الله تعالى بها الأزواج فى قوله تعالى :(وعاشروهن بالمعروف) هو :أداء الحقوق كاملة للمرأة مع حسن الخلق فى المصاحبة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

(سورة البقرة، آية ۲۲۸)

ترجمہ: اور عورتوں کے لیے مردوں کے اوپر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسا کہ ان (عورتوں) کے اوپر مردوں کے حقوق ہیں، اچھے طریقہ پر، اور مرد حضرات کو عورتوں پر ایک خاص درجہ (اور فوقیت حاصل) ہے، اور اللہ بڑا ہی زبردست نہایت حکمت والا ہے (سورہ بقرہ)

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورة النساء، آیت ۱۹)

ترجمہ: اور تم اِن (عورتوں) کے ساتھ اچھے طریقہ پر معاشرت اختیار کرو (سورہ نساء)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ شریعت نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ معاشرت وحسنِ اخلاق کے برتاؤ اور ایک دوسرے کے حقوق کے ادا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ لے

حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ:

أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا (سنن الترمذی، رقم الحديث ۱۱۶۳، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها) لے

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ کہ تمہاری بیویوں پر تمہارا حق ہے، اور تمہارے اوپر بھی تمہاری بیویوں کا حق ہے (ترمذی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الجصاص :ومن المعروف أن يوفيها حقها من المهر والنفقة والقسم، وترك أذاها بالكلام الغليظ، والإعراض عنها، والميل إلى غيرها، وترك العبوس والقطوب فی وجهها بغير ذنب.قال ابن قدامة :قال بعض أهل العلم فی تفسير قوله تعالی (ولهن مثل الذی عليهن بالمعروف) : التماثل هاهنا فی تأدية كل واحد منهما ما عليه من الحق لصاحبه، ولا يمطله به، ولا يظهر الكراهة، بل ببشر وطلاقة، ولا يتبعه أذى ولا منة، لقول الله تعالی :(وعاشروهن بالمعروف) وهذا من المعروف، ويستحب لكل واحد منهما تحسين الخلق مع صاحبه والرفق به واحتمال أذاه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰،ص۱۲۰ وص۱۲۱، ماده عشرة)

لے وقوله :(ولهن مثل الذی عليهن بالمعروف) أی :ولهن على الرجال من الحق مثل ما للرجال عليهن، فليؤد كل واحد منهما إلى الآخر ما يجب عليه بالمعروف(ابنِ كثير،سورة البقرة، تحت رقم الآية ۲۲۸)

لے قال الترمذی:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ :عَوَانٌ عِنْدَكُمْ، يَعْنِی :أَسْرَى فِی أَيْدِيكُمْ .

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت نے میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق عائد کیے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ (بخاری، رقم الحدیث ۲۵۵۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر فرد نگراں ہے اور اس سے اس کی زیرِ نگرانی (افراد اور کاموں) کے متعلق باز پرس ہوگی، وہ شخص جو لوگوں کا امیر ہے اس سے ان لوگوں کے (حقوق کے) متعلق سوال ہوگا اور مرد اپنے گھر والوں (بیوی، بچوں) کا نگراں ہے اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی، اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگراں ہے اس سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی، اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے، اس سے اس کے متعلق باز پُرس ہوگی، سن لو! کہ تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت (اور زیرِ نگرانی افراد اور کاموں) کے متعلق باز پرس ہوگی (بخاری)

اس قسم کی حدیث حضرت ابولبابہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ أَبَا لُبَابَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ الَّتِي فِي الْبُيُوتِ وَقَالَ: كُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، أَلَا فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُمْ، وَامْرَأَةُ الرَّجُلِ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا، وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُ (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۴۵۰۶)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط والكبير، ورجال الكبير رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۰۵۰، باب كلكم راع ومسؤول)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ فَالْأَمِيرُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ زَوْجَتِهِ، وَعَنْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُهُ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ لِحَقِّ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ بَيْتِهَا وَوَلَدِهَا، وَالْمَمْلُوكُ رَاعٍ لِحَقِّ مَوْلَاهُ وَمَسْئُولٌ عَنْ مَالِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ، فَأَعِدُّوا لِتِلْكَ الْمَسَائِلِ جَوَابًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا جَوَابُهَا؟ قَالَ: أَعْمَالُ الْبِرِّ. لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ قَتَادَةَ، إِلَّا سَعِيدٌ، تَفَرَّدَ بِهِ: إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبَّادٍ (المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۳۵۷۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ: أَحَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ (ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۴۹۲، ذِكْرُ الْإِخْبَارِ بِسُؤَالِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا كُلَّ مَنِ اسْتَرْعَى رَعِيَّةً عَنْ رَعِيَّتِهِ) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ہر نگران سے ان چیزوں کے بارے میں سوال فرمائیں گے، جو اس کی نگرانی (وذمہ داری) میں داخل تھیں، کہ کیا اس نے (اُن ذمہ داریوں کی) حفاظت کی یا ضیاع کیا (ابن حبان)

اس طرح کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۲]

حضرت معقل بن یسار مُزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (مسلم، رقم الحديث ۱۴۲، ۲۲۷، ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۴۹۵)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی بھی ایسا ہو کہ اللہ اسے کسی رعیّت کا نگران بنائے اور وہ جس دن فوت ہو، اُس دن وہ اپنی رعیّت (کے حقوق) کے سلسلے میں خیانت کرنے والا ہو، تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا (مسلم، ابن حبان)

ان احادیث سے ہر نگران کو اور بطورِ خاص میاں بیوی کو اپنی نگرانی اور ذمہ داری کے حقوق کی اہمیت معلوم ہوئی۔

لہٰذا شریعت نے میاں بیوی کے ایک دوسرے پر جو حقوق عائد کیے ہیں، چاہے وہ ضروری درجہ کے ہوں، یا سنت و مستحب درجہ کے ہوں، اُن سب کو درجہ بدرجہ ادا کرنا چاہیے۔

اور ان حقوق میں بنیادی چیز ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کی تعلیم ہے۔

---

[۱] فی حاشية ابنِ حبان: إسناده صحيح على شرطهما.

[۲] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ رَاعٍ يُسْتَرْعَى رَعِيَّةً إِلَّا سُئِلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَقَامَ فِيهَا أَمْرَ اللّٰهِ، أَمْ أَضَاعَهُ؟

لَمْ يَرْوِ هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ إِلَّا اللَّيْثُ" (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۴۹۱۶)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه أبو عياش المصری، وهو مستور، وبقية رجاله ثقات وفی بعضهم كلام (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۰۴۹، باب كلكم راع ومسؤول)

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مؤرخہ ۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ۔ 7 نومبر 2012ء بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب بعد مغرب فون کے ذریعہ سے اطلاع ملی کہ جناب حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب شدید بیماری کی حالت میں شفاء انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد میں داخل ہیں۔

یہ خبر سُن کر کچھ تشویش لاحق ہوئی، کچھ دیر تأمل وتوقف کرنے کے بعد میں نے حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے موبائل فون پر رابطہ کیا، جو کسی اور صاحب نے اُٹھایا، حضرت والا کی طبیعت کا معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ یہ خبر درست ہے، اور حضرت والا سخت بیمار ہیں، اور اس وقت حالت اور زیادہ تشویشناک ہے، اور اس وقت حضرت والا کو انتہائی نگہداشت کے شعبہ آئی، سی، یو، میں لے جایا جارہا ہے، اور حضرت اس وقت نیم غنودگی کی حالت میں ہیں۔

بندہ کو جب یہ تفصیل معلوم ہوئی تو فوراً حضرت والا کی خدمت میں ہسپتال پہنچنے کا تقاضا ہوا، بندہ اپنے دو احباب (جناب مولانا مفتی امجد حسین صاحب اور مولانا طارق محمود صاحب زید مجدہما) کی رفاقت میں اسلام آباد کے لئے روانہ ہوا۔

عشاء کے قریب حضرت والا کے پاس ہسپتال میں پہنچ گئے، اس وقت حضرت والا سخت بے چینی کے عالم میں تھے، اور نیم غنودگی کی کیفیت طاری تھی، زبان سے الفاظ کی ادائیگی صحیح طرح نہیں ہو پارہی تھی، بلکہ آواز بھی نہیں نکل رہی تھی، حضرت والا کے پاس موجود بعض احباب نے قریب ہوکر حضرت کو میرا نام لے کر آنے کی اطلاع دی، جس پر حضرت والا نے سَر کے اشارہ سے اچھا کا جواب دیا، اور مجھے ہاتھ کے اشارہ سے اپنی داہنی جانب بُلایا، تاکہ میں حضرت کے داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرسکوں، میں نے داہنی طرف جاکر حضرت کے دائیں ہاتھ کے ساتھ مصافحہ کیا، اس وقت حضرت کے دونوں ہاتھوں میں کینولا لگا ہوا تھا، اور ڈرپ کے ذریعہ دوا پہنچانے کا عمل جاری تھا، ناک میں بھی خوراک کی نالی لگی ہوئی تھی، جس کے واسطہ سے میرے سامنے ڈاکٹر صاحب نے کچھ جوس اور پانی بھی اندر پہنچایا تھا۔

حضرت والا کے سانس کے ساتھ خرخراہٹ کی شدید آواز آرہی تھی، جس کے متعلق حاضرین نے بتلایا کہ

حضرت والا کو سخت ریشہ ہے، اور حیدر آباد سے راولپنڈی جب تین دن قبل تشریف لائے تھے، اس وقت بھی تھا، مگر کم تھا اور یہاں آنے کے بعد اس میں شدت آتی چلی گئی۔

کچھ دیر بندہ اپنے رفقاء کے ہمراہ حضرت والا کے پاس کمرہ میں موجود رہا، پھر باہر آ کر انتظار گاہ میں ٹھہر گیا، تقریباً آدھا پونہ گھنٹہ گزرنے کے بعد حضرت والا کے بعض متعلقین نے ہمیں کہا کہ رات کا وقت ہے، اور کچھ ٹھنڈک بھی ہے، آپ حضرات اب اپنے گھر تشریف لے جایئے، یہاں موجود رہنے کی ضرورت نہیں ہے، اور حضرت والا کی نگرانی و تیمارداری کے لئے کئی اعزہ موجود ہیں، اس کے بعد بندہ اپنے رفقاء کے ہمراہ گھر واپس آ گیا۔

رات کو تقریباً ساڑے دس بجے میں نے دوبارہ حضرت والا کے فون نمبر پر طبیعت معلوم کرنے کی کوشش کی، لیکن فون بند ہونے کی وجہ سے رابطہ نہیں ہوسکا، صبح ہونے پر پھر میں نے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی، لیکن اس وقت بھی رابطہ نہ ہوسکا، کچھ دیر کے بعد حضرت والا کے موبائل فون سے بندہ کو فون آیا، اور متکلم صاحب نے بتلایا کہ میں حضرت والا کا پوتا نذیر احمد بول رہا ہوں، اور حضرت والا کا رات تقریباً دس بجے، آپ کے چلے جانے کے کچھ ہی دیر بعد انتقال ہوگیا ہے، اور میرے پاس آپ کا نمبر محفوظ نہیں تھا، اور حضرت والا کے موبائل میں آپ کا نمبر محفوظ تھا، لیکن اس کی بیٹری کمزور ہونے کی وجہ سے فون نمبر نکالنا ممکن نہ تھا، اب حضرت کا فون چارج کر کے آپ کا فون نمبر نکالا، اور آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

میں نے جنازہ وغیرہ کی ترتیب وتفصیل معلوم کی، تو انہوں نے کہا کہ حضرت والا کے اکثر اعزہ واقرباء اس وقت راولپنڈی واسلام آباد میں ہیں، اور لاہور وغیرہ سے بھی کئی اقرباء اس وقت یہاں پر تشریف لا چکے ہیں، جبکہ دوسری طرف حیدر آباد کے متعلقین ومریدین کا اصرار ہے کہ حضرت والا کا جنازہ حیدر آباد میں ہونا چاہئے، دوسری طرف جہازوں کی آمد ورفت کا نظم حجاج کرام کی واپسی کی کثرت کی وجہ سے بے حد متأثر ہے، اور راولپنڈی اور حیدر آباد کا فاصلہ بھی غیر معمولی ہے، اس لئے وہاں کے لوگوں کا یہاں اور یہاں کے لوگوں کا وہاں پہنچنا مشکل ہے۔

اس لئے درمیانی راستہ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ حضرت والا کا نمازِ جنازہ یہاں راولپنڈی میں پڑھ لیا جائے، اور جنازہ کے بعد میت کو حیدر آباد منتقل کیا جائے، اور وہیں پر تدفین کا عمل کیا جائے، جس پر میں نے اس

طرزِ عمل کے نامناسب ہونے کا اظہار کیا، لیکن انہوں نے اپنی مجبوریاں ظاہر کیں، جس پر بندہ کو زیادہ اصرار کرنا مناسب معلوم نہ ہوا۔

بہرحال دو پہر تین بجے کے قریب حضرت والا کو اسلام آباد میں غسل دیا گیا، غسل دینے کی خدمت وسعادت ادارہ غفران راولپنڈی کے رفیق وخدمت گار جناب مولانا مفتی امجد حسین اور مولانا عبدالسلام صاحب نے انجام دی۔

اور عصر کی نماز کے بعد راولپنڈی ائیر پورٹ کے نزدیک ائیر پورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی میں حضرت والا کے عزیز کے مکان کے قریب (جہاں حضرت والا کا بطور مہمان قیام تھا) مسجد حسن کے بیرونی میدان (گراؤنڈ) میں نمازِ جنازہ ادا کیا گیا، حضرت والا کے نمازِ جنازہ پڑھانے کی خدمت حضرت والا کے رشتہ داروں کی خواہش پر بندہ نے انجام دی، اور پھر اس کے بعد حضرت والا کی میت کو ائیر پورٹ لے جایا گیا، اور وہاں سے بذریعہ جہاز کراچی اور پھر حیدر آباد لے جا کر، حیدر آباد، لطیف آباد نمبر 8، اکبری قبرستان میں رات کے تقریباً دو بجے آپ کی تدفین کی گئی۔

یہ تو حضرت والا کی وفات کا پسِ منظر تھا۔

جہاں تک حضرت والا کے حالات اور اوصاف کا تعلق ہے، تو ان کی تفصیل حضرت والا نے خود اپنی زندگی میں قلم بند کرادی تھی، جس کی مستقل کتاب کی صورت میں ''تکوین وتشریع مع سوانحِ تنویر'' کے نام سے ادارہ غفران راولپنڈی کی طرف سے اشاعت ہو چکی ہے۔

حضرت والا ڈاکٹر تنویر احمد صاحب رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت 21 / اگست/ 1921ء، ۱۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ، اتوار کے دن، مہندر گڑھ عرف کانوڈ ضلع نارنول ریاست پٹیالہ موجودہ راجپوتانہ علاقہ ہریانہ (انڈیا) میں ہوئی۔

اس طرح سے آپ نے انگریزی مہینوں کے اعتبار سے تقریباً بانوے سال، اور اسلامی مہینوں کے اعتبار سے چورانوے سال عمر پائی۔

آپ کا تعلق راجپوتوں میں قبیلہ راٹھوڑ سے ہے، اور آپ کا نسب یہ ہے:

''تنویر احمد خان، بن محمد حنیف خان، بن صوبیدار دوست محمد، بن نذیر احمد خان، بن حافظ عبدالصمد خان''

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے وطن کے مکتب ’’مدرسہ زینۃ الاسلام‘‘ میں حاصل کی، اوراس کے بعد صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم دہلی شہر کے مدرسہ امینیہ میں حاصل کی۔

اور کچھ عرصہ یہاں طالب علمی کا زمانہ گزارنے کے بعد آپ قصبہ جلال آباد، مدرسہ مفتاح العلوم میں داخل ہوئے؛ اور حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، اور آپ مدرسہ مفتاح العلوم، جلال آباد کے ابتدائی طلبہ سے تعلق رکھتے ہیں، جلال آباد میں آپ نے ہدایہ اولین تک تعلیم حاصل کی، اوراس کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور وہیں سے آپ نے سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے بچپن ہی سے خط وکتابت اور ملاقات کے ذریعہ استفادہ شروع کردیا تھا، اور آپ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے بیعت بھی ہوگئے تھے، لیکن حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی مشاورت سے ان کے آخری زمانہ میں آپ نے حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ سے اصلاحی تعلق قائم کرلیا تھا، حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کی طرف سے آپ کو خلافت بھی حاصل ہوئی۔

اس کے علاوہ آپ کا تعلق حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ سے بھی ایک عرصہ تک قائم رہا، بلکہ آپ کو حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی خانقاہ میں پشاور عرصہ دراز تک مقیم رہ کر استفادہ کا موقع ملا، اور آپ کو حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے بھی خلافت حاصل ہوئی۔

آپ کا زندگی کے آخری ایام میں مستقل قیام پاکستان کے شہر حیدرآباد میں تھا، اور راولپنڈی اور اسلام آباد میں آپ کے قریبی رشتہ داروں کے رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے کثرت سے آمدورفت رہتی تھی، اس کے نتیجہ میں آپ کا ادارہ غفران، کے ساتھ بھی قریبی اور دیرینہ تعلق قائم تھا، جہاں وقتاً فوقتاً آپ تشریف لاکر اپنے مواعظ وملفوظات اور ہدایات سے حاضرین کو مستفید فرماتے تھے۔

ایک عرصہ قبل جب حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ کا وصال ہوگیا، تو آپ نے ادارہ غفران اور ماہنامہ التبلیغ کی غیر رسمی سرپرستی کو قبول فرمایا۔

لیکن حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ کے بعد آپ بھی جلد ہی دنیا سے رخصت ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کے درجات بلند فرمائیں، اوران کی برکات سے محروم نہ فرمائیں۔ آمین۔

مقالات و مضامین (جنت اور اس کی بہاریں: قسط ۶) مفتی محمد امجد حسین

جنت کی کہانی قرآن کی زبانی

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا (سورة النساء، آية ۵۷)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک البتہ ان کو ہم داخل کرینگے باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں گے ان میں ہمیشہ ان کیلئے وہاں عورتیں ہیں ستھری اور ان کو ہم داخل کریں گے گھنی چھاؤں میں (سورۂ نساء)

جنت میں گھنا گنجان سایہ

”ظِلًّا ظَلِيلًا“ یعنی گھنا سایہ، ایسا مسلسل سایہ جس میں انقطاع نہ ہو، دنیا کے سایہ کے مثل دھوپ چھن چھن کر اس میں نہ آتی ہو، نہ اس میں سردی کا اثر ہو، نہ گرمی کا۔ [۱]

برخلاف دنیا کے سائے کے کہ گرم موسم میں یا بعض مخصوص موسم و مہینوں میں جب ہوا، رکی ہوئی ہو، تو دھوپ میں شدید تپش اور سائے میں شدید حبس ہوتا ہے، اور سرد موسم میں سائے میں برودت و ٹھنڈک ہوتی ہے، حدیث میں جنت میں ایسے درخت کی خبر دی گئی ہے، جس کے سائے کا پھیلاؤ ایسا ہوگا کہ سواری بھی مسلسل دوڑ کر یا اُڑ کر اسے سو سال میں قطع نہ کر سکے۔ [۲]

---

[۱] كما في الروح: أى فينانا لا جوب فيه، ودائما لا تنسخه الشمس وسجسجا لا حر فيه ولا قر الخ (روح المعانى، الجزء الخامس، ص ۶۰)

[۲] سمعت ابا الضحاك يحدث عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم، قال ان فى الجنة لشجرة يسير الراكب فى ظلها مائة عام لايقطعها (ابنِ كثير، ۱ / ۶۷۳، ذيل آيت)

یہاں یہ نقطہ بھی پیش نظر رہے کہ حدیث میں سواری کی تعیین نہیں کی گئی کہ گھوڑا وغیرہ مراد ہے، یا آج کل کی تیز رفتار سواریاں مثل مصنوعی سیارے، یا خلائی جہاز یا عام ہوائی جہاز یا سڑک اور زمین پر چلنے والی گاڑیاں، اندازہ لگائیں کہ موٹر کار وغیرہ کی رفتار ہی مراد لیں، تو مسلسل چل کر سو سال میں وہ کتنا فاصلہ طے کرے گی، اور اگر ہوائی جہاز یا خلائی جہاز مراد لیں تو پھر ان کی مسلسل سو سال کی رفتار و مقدارِ سفر کو کیا کوئی سپر کمپیوٹر کیلکولیٹ کر لے گا؟

نیز سو سال میں بھی وہ سایہ قطع نہ ہو سکنے کا ذکر ہے، اب معلوم نہیں کہ سو سال پر مزید کتنا عرصہ اس سایہ کے قطع ہونے کے لیے درکار ہوگا؟

بیان القرآن للتھانوی میں یہاں یہ نقطہ اُٹھایا گیا ہے کہ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جنت میں تو سورج یا دھوپ نہ ہوگی جیسا کہ خود قرآن میں ہے:

"لایرون فیھا شمسا" (سورۃ الدھر، آیت ۱۳)

تو پھر سایہ کہاں سے ہوگا؟ نیز جب سورج نہ ہونے کی وجہ سے گرمی بھی نہ ہوگی، تو سائے کا کیا فائدہ؟ کیونکہ سایہ کے تحقق اور وجود کے لئے سورج کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ مطلقاً کسی بھی نورانی چیز کا ہونا کافی ہے، جس کا جنت میں ہونا ممنوع ومنتفی نہیں، اور گرمی نہ ہونے کی وجہ سے، سائے کا بے فائدہ ہونا اس لئے ضروری نہیں کہ سائے کے اور بھی مقاصد وفوائد ہوسکتے ہیں، مثلاً تیز روشنی اور نور کو ہلکا کرنا مقصود ہو، جیسے چاند پر بعض دفعہ باریک بدلی (بادل کا ٹکڑا) آجاتی ہے، تو اس کی روشنی ہلکی اور پھیکی ہوجاتی ہے۔

یا اس سائے کی حقیقت خود (ایک خاص قسم کا) نور وروشنی ہی ہو (برخلاف دنیا کے سایوں کے، کہ یہ اپنے عمومی مفہوم کے لحاظ سے نور وروشنی کے برخلاف اور مقابل کی چیز ہے) اور اس کا ایک نمونہ خود دنیا میں بھی موجود ہے، جیسے طلوعِ آفتاب سے ذرا پہلے کا وقت ہوتا ہے کہ اس وقت دنیا روشن ومنور ہوتی ہے، لیکن وہ سورج کے طلوع نہ ہونے کی وجہ سے ابھی ایک سائے کی سی حالت ہوتی ہے۔

(۲)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا (سورۃ النساء، آیت ۱۲۲)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے ان کو ہم داخل کرینگے باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں ہی ہمیشہ وعدہ ہے اللہ کا سچا اور اللہ سے سچا کون؟ (کوئی بھی نہیں) (سورۂ نساء)

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا

اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوسکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ کسی کی بھی نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم اور صفت قدرت دونوں کامل ہیں، برخلاف مخلوقات کے (خواہ کوئی بھی مخلوق ہو، ملائک، جن وانس سب) کہ ان کا نہ علم کامل ہے، نہ قدرت، سب مخلوقات کا علم اور قدرت اللہ کے علم وقدرت کی بھیک ہے، اللہ پاک

نے اپنے علم وقدرت میں سے معمولی ذرہ مخلوقات کو دیا ہے، تاکہ یہ اپنے وجود کے تقاضے پورے کرسکیں، زندگی ونظامِ زندگی کی بھاگ دوڑ میں حصہ لے سکیں، ورنہ مخلوق کیا اور مخلوق کا علم وقدرت کیا؟

''کیا پدّی کیا پدّی کا شوربا''

اب اگلی بات سمجھیں: صفتِ علم تام اور کامل نہ ہونے کی وجہ سے اس کی (مثلاً انسان کی) باتیں اور خبریں، اس کی اطلاعات ومعلومات جو ماضی اور حال سے متعلق ہیں، کائنات اور سلسلۂ موجودات سے متعلق ہیں، کائنات میں اپنی حیثیت اور حقیقت کے متعلق ہیں، یا اس کے وہ دعوے، وعدے، اور پیشین گوئیاں جو آئندہ کے متعلق ہیں، مستقبل کے بارے میں ہیں، خواہ اپنے مستقبل کے بارے میں، یا اوروں کے مستقبل کے بارے میں یا سب مخلوقات اور کائنات اور سلسلۂ موجودات کے مستقبل کے حوالے سے ہیں، یہ سب ناقص اور ادھوری ہیں، یا خلافِ حقیقت ہیں، کیونکہ انسان کی معلومات، انسان کا علم، انسان کی بیان کی ہوئی خبریں، اور باتیں اس کے عقل، اس کی سمجھ، اس کے مشاہدے، اس کے تجربے وغیرہ پر مبنی ہوتی ہیں، لیکن انسان کے یہ سب ذرائع علم ومعلومات ناقص اور سطحی ہیں، انسان حال کو، حاضر وموجود کو، مشاہد ومحسوس کو ہی ملاحظہ ومشاہدہ کرسکتا ہے، عقل وفہم اور تجربے وتعامل سے جان اور جانچ سکتا ہے، غیر محسوس اور غیر مشاہد کو، ماضی اور مستقبل کو، باطن واندروں کو، اندروں دراندروں کو، صورت کے پیچھے چھپی حقیقت کو، بلکہ حقائق اور حقائق درحقائق کو، غیب اور عالمِ غیب کو، ازل کو اور ابد کو، افلاک سے اوپر کو اور زمین سے خارج کو، نظامِ شمسی سے باہر کو، اور کہکشاؤں سے اندر کو، کروں اور سیاروں سے ماوراء کو وہ نہیں جانتا، وہ نہیں جانچتا (ہاں مگر جن مقربینِ بارگاہ کو ان بواطنِ امور میں سے اسرار کائنات، میں سے، حقائق وموجودات میں سے، اخبارِ ماضی ومستقبل اور حال میں سے، علومِ مغیبات وغیوب ذات میں سے، وہ ذات والا صفات جب اور جتنا دیدیں، تو اس کے فضل وکرم کی بھیک ہے، اس عالم الغیب والشہادۃ کے علم محیط کی زکاۃ ہے) مگر وہ رب بے چوں وچگاں، وہ ذات والا صفات جب کوئی خبر دیتا ہے، جب کوئی وعدہ کرتا ہے، جب کوئی دعویٰ کرتا ہے، جب کوئی وعید سناتا ہے، اور دھمکی دیتا ہے، تو یہ سب مذکورہ نظام اس کی قدرت کاملہ اور علمِ محیط کے جلو میں ہوتا ہے، حاضر وموجود، غائب وظاہر، مغیب ومشہود، ماضی ومستقبل، ظاہر وباطن، صورت وحقیقت، الفاظ ومعانی، دنیا وآخرت، عالمِ سفلی وعالمِ بالا، ناسوت ولاہوت ملکوت وجبروت سب کچھ اس کے احاطۂ علم میں اور اس کے دائرۂ قدرت میں ہوتے ہیں، اس کی شئون میں سے کچھ ان آیات بینات میں نہاں ہیں۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنِ. وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (سورة الحديد، آيت ۳)

ترجمہ: وہ (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور (اپنی ذات سے) پوشیدہ ہے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے (سورۂ حدید)

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا. إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا. لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (سورة الجن، آيت ۲۶ تا ۲۸)

ترجمہ: (وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے اور اس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے، تاکہ معلوم فرمائے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے ہیں اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک شیئ کو گن رکھا ہے (سورۂ جن)

اے جاں نہاں در جسم واو در جاں نہاں　　اے نہاں اندر نہاں اے جانِ جاں!
اے بیروں از وہم وقال وقیلِ من　　خاک بر فرقِ من وتمثیلِ من

تو پھر اس کی بات سے خواہ وہ بات خبر ہو، یا وعدہ ہو، یا وعید ہو، یا دعویٰ ہو، آئندہ کے حالات وانجام کے متعلق بشارت ہو، یا ڈراوا ہو، کس کی بات زیادہ سچی ہو سکتی ہے؟

(۳)

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا (سورة النساء، آيت ۱۲۴)

اور جو کوئی کام کرے اچھے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ داخل ہونگے جنت میں اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا ذرہ بھر (سورۂ نساء)

جزاءِ اعمال میں مساوات مرد وزن

اسلام کی انقلابی وآفاقی تعلیمات نے جاہلی معاشروں، تہذیبوں اور مذاہب و ادیانِ باطلہ اور دنیا کے فاسد نظاموں کی بودی بنیادوں کو جس جس رخ سے چھیڑا، ہلایا، اور ڈھایا ہے، ان میں کا ایک اہم رخ یہ

بھی ہے جو اس آیت میں حسنِ عمل کی مکافات میں اسلام نے مرد وعورت کو برابر کیا ہے، اور دنیاوی امور وکاروبار زندگی کے بہت سے گوشوں میں عورت کو دخیل وشریک کرنے اور مورث کے ترکہ ومیراث میں حصہ دار کرنے کے ساتھ ساتھ جنت کی میراث میں بھی دونوں کو شریک وحق دار ٹھہرایا ہے، جاہلی معاشرے، سفلی ومادی تہذیبیں اور ادیانِ باطلہ کے حاملین نے ہمیشہ عورت ذات کو کمتر وحقیر مخلوق سمجھا کیا، اور اسے ڈھورڈنگروں کی صف میں لا کھڑا کیئے رکھا۔

اسلام نے عورت کو عزت دی، حرمت دی، عظمت دی، عفت دی، عصمت دی، تقدس دیا، بزرگی دی، حقوق دیے، اپنے حق کو طلب کرنے والی زبان دی، مرد کے ساتھ چار مقدس رشتوں میں اس کی پیوندکاری کو دوام واستحکام اور حرمت وناموس بخشا، ماں ہونے کے تعلق سے اس کے حقوق، اس کا احترام، اس کی بزرگی، اس کے پاؤں تلے جنت ہونے کی شان ومرتبہ کی اولاد کو خبر دی، اور اس کی خدمت وحرمت ملحوظ رکھ کر جنت کمانے کی ترغیب دی، اسی طرح بہن ہونے کے اعتبار سے بھائی کے لئے اس کے حقوق واحترام، کفالت وذمہ داری کا ضابطہ اخلاق مرتب کیا، بیوی ہونے کے اعتبار سے میاں بیوی کے حقوق وفرائض، عائلی زندگی کا پورا نظام، نکاح وطلاق، نفقات وکفالات، نباہ واختلاف کا پورا شیڈول اور نظام مرتب کر کے دیا، بیٹی ہونے کے اعتبار سے اس کے لئے لاڈ پیار، شفقت ورحمت، مسئولیت اور ذمہ داری کا پورا نقشہ مرتب کر کے والد کو تھمادیا، اور پھر اس آیت میں یہ خبر دے کر کہ جنت کا وارث صرف مرد نہیں، بلکہ حسنِ عمل یعنی اچھے اعمال کے نتیجے میں مرد وعورت دونوں جنت میں داخلے کے اور جنت میں درجات و مراتب اور اعزاز واکرام پانے میں برابر شریک وحقدار ہیں، عورت ذات کی وقعت وحیثیت اور مقام و مرتبے کو کتنا اونچا کر دیا؟

اسلام دینِ فطرت ہے، فطرت کی تعلیمات جو اصل تخلیق کا حصہ ہیں، اور انسان کی ابتدائی تخلیق کے وقت ہی طے ہو چکی تھیں، لیکن بعد میں ادیانِ باطلہ اور مادی وسفلی تہذیبوں کے حاملین نے جن کو بدل دیا تھا، اور مسخ کر کے رکھ دیا تھا، اسلام نے ان کو دوبارہ زندہ کیا، انسانی معاشروں میں جاری ونافذ کیا، چنانچہ انسان کی ابتدائی تخلیق میں مرد کے لیے عورت کو پیدا کر کے نظامِ زندگانی میں اور انعامات واعزازات میں اسے مرد کے ساتھ حصہ دار بنایا گیا تھا، کیوں بھولتے ہو اپنی ابتدائی انسان تاریخ کو؟

اللہ نے تمہارے جد امجد آدم کو اکیلے جنت میں نہیں بسایا تھا، بلکہ اماں حواء کو بھی ان کا ساتھی ورفیق، ہم

Idara Ghufran

نوالہ وہم پیالہ، جوروا ور محبوب ومرغوب بنا کر جنت کے باغ، بہار سے دونوں کو نہال وسرشار کیا تھا۔

یَا آدَمُ اسْکُنْ أَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا (سورۃ البقرۃ، آیت ۳۵)

پس جنت تمہارے ماں باپ، آدم اور ماں حواء دونوں کی میراث ہے، تو اولادِ آدم میں ذکور واناث دونوں اس میراث جنت میں حسنِ عمل کے نتیجے میں برابر کے شریک ہیں۔

کیا ہم مغرب اور عالمِ کفر کے پروپیگنڈا باز دجاجلہ وفراعنہ سے پوچھ سکتے ہیں کہ حقوقِ نسواں کی ہاہا کار مچا کر تم نے جو عورت ذات کو جنسِ بازار بنا رکھا ہے، عورت کی عظمت، عصمت، حرمت، احترام وعزت، راحت وشرافت اس میں ہے، یا اسلام کے عطا کردہ اس سسٹم میں ہے کہ اسلام نے مذکورہ بالا چار رشتوں کو مضبوط کر کے ان رشتوں کے حوالے سے ضابطۂ اخلاق بنا کر اور عائلی زندگی کا پورا ایک نظام تشکیل دے کر مَردوں اور عورتوں دونوں کو اس نظام میں پورے طور پر ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کر دیا، اور پھر اس نظام کے استحکام ودوام کو جنت تک پھیلا دیا۔

ایوانِ ادب

مفتی محمد امجد حسین

جہانگیر کا دربار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان

جہانگیر [۱] نے حضرت مجدد الف ثانی [۲] (شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ) کو (اپنے آگے سجدۂ تعظیمی نہ کرنے پر) گوالیار کے قلعہ میں قید کرلیا تھا، بعد میں جہانگیر کو ندامت ہوئی، اور آپ کی رہائی کا حکم دیا، ورآپ کے مقام ومرتبہ اور بزرگی کا اسے احساس ہوا، تو آپ کی قربت وصحبت اور فیوضات سے استفادہ کی طرف راغب ہوا، آپ نے بھی اس موقعہ کو غنیمت جانا، وراسے تائید غیبی سمجھا کہ اس طرح جہانگیر کے عقیدہ وعمل کی اصلاح کا موقعہ ملے گا، اور اکبر کی جاری کردہ خلافِ شرع رسوم وقوانین کے ازالہ وتعطل کا راستہ ہموار ہوگا۔ [۳]

---

[۱] مغلِ اعظم جلال الدین اکبر کا فرزند، شہزادہ سلیم نورالدین جہانگیر ولادت ۹۷۷ھ، تخت نشینی ۱۰۱۴ھ، وفات ۱۰۳۶ھ، مدت حکومت ۲۲ سال۔

[۲] شیخ احمد سرہندی (ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۳۴ھ) المعروف مجدد الفِ ثانی یعنی دوسرے ہزار سالے کا مجدد، کیونکہ اکبر بادشاہ جس نے ایک نیا دین دینِ الٰہی کے نام سے جاری کیا تھا، دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے سنگم پر اس کا زمانہ تھا، اس کے عہدِ حکومت میں گیارہویں صدیِ ہجری شروع ہوئی، اس کو بے دینی اور زندقہ کے راستے پر ڈالنے والے اس کے وزیروں مشیروں نے یہ باور کرایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ ایک ہزار سال کے لیے تھا، اب دوسرے ہزاریے کے لیے قرعہ فال آپ کے نام نکلا ہے، آپ مجتہد زمان اور دین کی تجدید کرنیوالے ہیں، وغیرہ ھفوات۔

چونکہ اکبر کے اس من گھڑت ومجموعہ خرافات دین الٰہی کے قلع قمع کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذریعہ بنایا کہ آپ کے ذریعے اعیان مملکت اور خود بادشاہ جہانگیر کی اصلاح ہوئی، وہ توبہ تائب ہوئے، اور اکبری قوانین وتشریحات کو کالعدم کیا، اس لیے اسلام کے دوسرے ہزار سال کے سِرے پر جو اسلام پر اتنا بڑا ابتلا آیا تھا، آپ کے ذریعے اس کا انسداد ہوا کہ دین اسلام کی اصل تعلیمات برصغیر کے ایوانوں میں زندہ ہوئیں، اور پھر پورے اسلامی معاشرے میں ان کا چرچا ہوا، اور اکبری الحاد کا خاتمہ ہوا، اس لیے آپ کو مجدد الفِ ثانی کہتے ہیں۔ اکبر کے دینِ الٰہی کے چند نمایاں اجزاء یہ تھے، تناسخ کو ماننا، قشقہ کھینچنا (یعنی ھندوؤں کا مذہبی نشان جو پیشانی پہ لگاتے ہیں) سورج پرستی، گائے کی حرمت، بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی، تثلیث، آتش پرستی، ناقوس نوازی وغیرہ۔

[۳] پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ مجدد سے یہ کام لیا اور اس نازک دور میں جب برصغیر میں اسلام کا وجود خطرے میں پڑ گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے شیخ مجدد کے ذریعے پہلے امراء ووزراء سلطنت اور پھر خود بادشاہ کی اصلاح کے راستے مفتوح کر کے اس ملک میں اسلام کو نئی عظمت وترقی عطا فرمائی، چنانچہ پھر اکبر کے بعد اورنگزیب تک ہر بعد والا بادشاہ پہلے والے سے بہتر اور دینِ اسلام کا حامی وپشتیبان بن کر آتا رہا، خصوصاً اورنگزیب عالمگیر جیسا فقیہ، درویش، وقت کا ولی، صوفی باصفا اور فرد فرید بادشاہ پھر چشمِ فلک نے تختِ دہلی پر متمکن دیکھا، جس نے اسلام کو اس ملک میں از سرِ نو استواری اور پائیداری بفضلِ ایزدی عطا کی، علامہ اقبال نے اورنگزیب کے متعلق کتنا صحیح کہا ہے۔ ؏ ترکشِ ما را خدنگِ آخریں

شیخ سرہندی حضرت مجدد علیہ الرحمہ اپنے صاحبزادوں خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

الحمد للہ بادشاہ کے ساتھ عجیب وغریب صحبتیں (مجلسیں) گزر رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان گفتگوؤں میں بال برابر مداہنت (دینی کمزوری، کسی کی رعایت سے حق بات کو چھپانا) دخل نہیں رکھتی، بتوفیقِ رب ان مجلسوں میں وہی باتیں ہوتی ہیں، جو خاص خلوتوں اور مجلسوں میں بیان ہوا کرتی ہیں، اگر ایک مجلس کا بھی حال لکھا جائے تو دفتر ہو جائے، خاص کر آج رمضان کی سترھویں رات کو انبیاءِ علیہم السلام کی بعثت، عقل کے عدمِ استقلال، آخرت کے ایمان، اس کے عذاب وثواب، رؤیت ودیدار کے اثبات، حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت (ختمِ نبوت) ہر صدی کے مجدد خلفاء راشدین کی اقتداء، تراویح کے سنت ہونے، تناسخ [1] کے باطل ہونے اور دوسرے موضوعات پر بہت کچھ باتیں ہوئیں، اور بادشاہ بڑی خوشی سے سنتے اور سب کچھ قبول کرتے رہے، قرآن مجید بادشاہ کو سورہ عنکبوت (بیسواں پارہ) تک مکمل کرا چکا ہوں (مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، ۴۳، بحوالہ بزمِ رفتہ کی سچی کہانیاں)

اقبال چہ خوب گفت:

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(بالِ جبریل)

مشہور ہے کہ جہانگیر حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا رفتہ رفتہ اتنا معتقد اور مرید ہو گیا تھا کہ کہتا ہوتا تھا میرے پاس نجات کی ایک دستاویز ہے، اور وہ حضرت شیخ مجدد کا میرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو جنت میں لے جائیں گے، تو ہم تیرے بغیر نہ جائیں گے۔

---

[1] تناسخ سے مراد ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ ارواح قدیم ہیں، اور آدمی کے مرنے کے بعد اس کی روح کسی اور مخلوق کی صورت میں دوسرا جنم لیتی ہے، اچھے بُرے اعمال کے اعتبار سے روح دوسرے جنم میں قالب بدلتی ہے، مثلاً بدعمل آدمی کے مرنے کے بعد اس کی روح کتے کے قالب میں دنیا میں آسکتی ہے، اسی طرح روحوں کا ہر جنم میں قالب بدل بدل کر دنیا میں آنے کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ امجد۔

بقول شیخ سعدی ؎ شنیدم کہ در روزِ امید و بیم ۔ بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

آساں نہیں انصاف کی زنجیر ہلانا

جہانگیر کا انصاف مشہور ہے، ''عدلِ جہانگیری'' سے شہرت پذیر بے لاگ، بے باک و بے لوث انصاف، مشہور ہے کہ اس نے دربار میں ایک سنہری زنجیر الٹکا رکھا تھا، جس کا ایک سرا دربار میں آویزاں تھا تو دوسرا سرا جہانگیر کے خلوت خانہ میں تھا، عام حکم تھا کہ مظلوم جس وقت بھی (شب و روز میں) دادرسی چاہے، آکر زنجیر ہلادے، سنا ہے کہ کوئی مظلوم، ستم رسیدہ چوپایہ (غالبًا گدھا) رات کے کسی پہر میں آکر زنجیر کو اپنے جسم سے حرکت دینے لگا، جہانگیر تک گدھے کی مظلومی کی فریاد زنجیر کے ذریعے پہنچ گئی، تو وہ گدھا پھر مایوس و محروم نہیں لوٹا، بلکہ اس کے مالک کو سرزنش و تنبیہ کر کے گدھے کے ''حقوقِ حیوانی'' اسے بہم پہنچائے گئے (لیکن یہ واقعہ مجھے جہانگیر کی سیرت و سوانح کی اپنے پاس میسر کتب میں کہیں ملا نہیں، واللہ اعلم) امجد۔

آساں نہیں انصاف کی زنجیر ہلانا ۔ دنیا کو جہانگیر کا دربار نہ سمجھو لوگو!

''ترا دل دادم ایمان نہ دادم''

جہانگیر اور اس کی چہیتی و محبوب ملکہ نور جہاں کا باہم عشق و وارفتگی اور والہانہ محبت تاریخی شہرت رکھتی ہے۔[۱] مورخین لکھتے ہیں کہ نور جہاں نے جہانگیر کے دل کو کیا ہاتھ میں لیا کہ پورا کاروبارِ سلطنت اس کے ہاتھ میں آ گیا، جہانگیر کے پردے میں نور جہاں حکومت کی پالیسیوں اور فیصلوں میں دخیل و شریک تھی، شاہی محلات میں نور جہاں کا طوطی بولتا تھا، تو سرکار و دربار میں اس کا ڈنکا بجتا تھا، اور ملک کے طول و عرض میں اس کا سکہ چلتا تھا، محاورے کے طور پر نہیں بلکہ حقیقی معنیٰ میں، کیونکہ عہدِ جہانگیری کے شاہی سکوں پر جہانگیر کے ساتھ نور جہاں کا نام بھی کندہ ہوتا تھا۔ سکوں پر یہ شعر درج تھا۔ ؎

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور ۔ بنام نور جہاں بادشاہ بیگم زر

لیکن آفریں ہے جہانگیر کے جذبۂ عدل و انصاف پر، کہ اپنی لیلیٰ کے ساتھ جذبۂ عشق کا جنوں اس مجنون

---

[۱] نور جہاں ایک ایرانی عورت تھی، غیاث بیگ کی بیٹی، یہ غیاث بیگ عہدِ اکبری میں ایران سے ہندوستان آیا تھا، اکبر بادشاہ کی ملازمت میں بھرتی ہوگیا تھا، اپنی قابلیت کی وجہ سے کچھ عرصہ میں بیوگاں کے محکمے کا دیوان بنا دیا گیا، اسی زمانے میں نور جہاں کی شادی شیر افگن سے کردی گئی، جہانگیر جب تخت نشین ہوا تو شیر افگن بنگال کا حاکم و عامل تھا، جہانگیر نے قطب الدین کوکلتاش کو بنگال پر مقرر کیا، قطب الدین اور شیر افگن میں بنگال میں خانہ جنگی ہوئی، دونوں مقتول ہوئے، نور جہاں بیوہ ہوگئی، اس کو دارالسلطنت بھیجا گیا، اور کچھ عرصے بعد جہانگیر کے عقدِ نکاح میں آ گئی (تاریخ ملت، ج ۳، زیر ترجمہ جہانگیر)

کے عدل وانصاف کے بے لاگ دستور و بے باک منشور کے نفاذ میں مزاحم نہ ہوسکا۔

مشہور واقعہ ہے کہ نور جہاں محل شاہی کے بالاخانے میں کھڑی تھی، نیچے سے کسی راہ نورد نے گزرتے گزرتے اس کے منظرِ حسن کا نظارہ کیا، غیرت حسن اور شدتِ حیاء سے (جو اس زمانے میں ایلیٹ کلاس میں، طبقہ اشرافیہ کی بیگمات میں بھی بمقدار وافر تھی، آج کیا اشراف کیا ارذال، ہر جگہ یہ جوہر کمیاب ونایاب ہے، نسوانی حسن حیا کے فطری زیور سے بے مایہ وقلاّش ہوتا جارہا ہے، والی اللہ المشتکیٰ)

نور جہاں نے گولی چلا کر ان صاحب کو ٹھنڈا کیا، تو جہانگیر نے پھر اپنی محبوبہ ملکۂ حسن وملکۂ سلطنت سے قصاص لینے میں محبت کو حائل نہ ہونے دیا، وہ تو خیر ہوئی کہ بعد میں مقتول کے ورثاء دیت اور خون بہا لینے پر راضی ہوگئے، اور عین وقت پہ نور جہاں کی جاں بخشی ہوئی، سنا ہے جہانگیر نے اسی واقعہ میں یا اس جیسے کسی اور واقعہ میں نور جہاں کی لجاجت وسفارش کے جواب میں کہا تھا ”جاناں! ترا دل دادم ایمان نہ دادم“ اس واقعہ کو شبلی مرحوم نے منظوم کیا ہے، ذرا آپ بھی اس سے محظوظ ہوں۔

(منتخب التواریخ ۸/۲۷۰، بزم تیموریہ ۴۴۔ مقالات شبلی ۴/۱۸۳/ بحوالہ بزمِ رفتہ کی سچی کہانیاں)

شرع کہتی ہے کہ قاتل کی اڑادو گردن

قصر شاہی میں کہ ممکن نہیں غیروں کا گزر　　ایک دن نور جہاں بام پہ تھی جلوہ فگن
کوئی شامت زدہ راہگیر ادھر آنکلا　　گرچہ تھی قصر میں ہر چار طرف سے قدغن [1]
غیرت حسن سے بیگم نے طپنچہ [2] مارا　　خاک پر ڈھیر تھا اک کشتہ بے گور وکفن
ساتھ ہی شاہ جہانگیر کو پہنچی جو خبر　　غیظ سے آگئی ابروئے عدالت پہ شکن
حکم بھیجا کہ کنیزانِ [3] شبستانِ [4] شہی　　جاکے پوچھ آئیں کہ سچ یا کہ غلط ہے یہ سخن
نخوت [5] حسن سے بیگم نے بصد ناز کہا　　میری جانب سے کرو عرض بہ آئین حسن
ہاں مجھے واقعہ قتل سے انکار نہیں　　مجھ سے ناموس حیاء نے یہ کہا تھا کہ ”بزن“ [6]

---

[1] پہرہ، پابندی۔
[2] اس زمانے کی پستول، ریوالور، کیونکہ بارودی اسلحہ اپنی ابتدائی شکل میں اس سے بھی کافی پہلے رائج ہو چکا تھا۔
[3] خادمائیں، نوکرانیاں۔
[4] بادشاہوں کے سونے کا کمرہ، خوابگاہ، حرم سرا۔
[5] حسن کا غرور۔
[6] مار ڈال، شوٹ کر۔

اس کی گستاخ نگاہی نے کیا اس کو ہلاک
کشورِ حسن ۱ میں جاری ہے یہی شرع کہن ۲

مفتیِ دین سے جہانگیر نے فتویٰ پوچھا
کہ شریعت میں کسی کو نہیں جائے سخن

مفتیِ دین نے بے خوف وخطر صاف کہا
شرع کہتی ہے کہ قاتل کی اڑا دو گردن

لوگ دربار میں اس حکم سے تھرا اُٹھے
پر جہانگیر کے ابرو پہ نہ بل تھا نہ شکن

ترکنوں ۳ کو یہ دیا حکم کہ اندر جاکر
پہلے بیگم کو کریں بستہ زنجیر ورسن ۴

پھر اسی طرح اسے کھینچ کے باہر لائیں
اور جلاد کو دیں حکم کہ ہاں تیغ بزن ۵

یہ وہی نور جہاں ہے کہ حقیقت میں یہی
تھی جہانگیر کے پردہ میں شہنشاہ زمن

اس کی پیشانی نازک پہ جو پڑتی تھی گرہ
جاکے بن جاتی تھی اوراق حکومت پہ شکن

اب نہ وہ نورجہاں ہے نہ وہ انداز غرور
نہ وہ غمزے ۶ ہیں نہ وہ عربدہ ۷ صبر شکن

اب وہی پاؤں ہر ایک گام پہ تھراتے ہیں
جن کی رفتار سے پامال تھے مرغان چمن

ایک مجرم ہے کہ جس کا کوئی حامی نہ شفیع
ایک بے کس ہے جس کا نہ کوئی گھر نہ وطن

خدمت شاہ میں بیگم نے یہ بھیجا پیغام
خوں بہا ۸ بھی تو شریعت میں ہے ایک امر حَسَن

مفتیِ شرع سے پھر شاہ نے فتویٰ پوچھا
بولے جائز ہے رضامند ہوں اگر بچہ وزن ۹

وارثوں کو جو دیئے لاکھ درہم بیگم نے
سب نے دربار میں کی عرض کہ اے شاہ زمن

ہم کو مقتول کا لینا نہیں منظور قصاص
قتل کا حکم جو رک جائے تو ہے مستحسن

ہوچکا جب کہ شہنشاہ کو پورا یہ یقیں
کہ نہیں اس میں کوئی شائبہ حیلہ وفن

اٹھ کے دربار سے آہستہ چلا سوئے حرم ۱۰
تھی جہاں نور جہاں معتکف بیت حزن ۱۱

دفعتاً پاؤں پہ بیگم کے گرا اور یہ کہا
''تو اگر کشتہ شدی آہ چہ می کردم من'' ۱۲

---

۱ حسن وجمال کی سلطنت۔
۲ قدیم طریقہ، قدیم دستور۔
۳ شاہی محلات کی زنانہ پولیس۔
۴ پھندہ، رسی۔
۵ تلوار چلا، سرتن سے جدا کر۔
۶ نازونخرے، محبوبانہ شوخیاں۔
۷ بدخوئی، جھگڑا۔
۸ دیت۔
۹ مقتول کے ورثاء۔
۱۰ زنان خانہ، حرم سرا، شاہی محل۔
۱۱ غم وصدمے میں ڈوبی ہوئی، چپ چاپ گوشہ نشین ہوکے بیٹھی ہوئی۔
۱۲ اگر تو ماری جاتی، تو میں کیا کرتا، میرا کیا بنتا۔

Idara Ghufran

مقالات و مضامین مولانا محمد ناصر

سلام کرنے کے آداب

درمیانی آواز سے سلام کرنا

احادیث میں ملاقات کے وقت سلام کرنے کے آداب میں سے ایک یہ ادب بھی بیان ہوا ہے کہ سلام کرتے ہوئے اور سلام کا جواب دیتے ہوئے اتنی آواز اختیار کی جائے کہ جس کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا ہو، اُس کو آواز پہنچ جائے، اور زیادہ بلند آواز کی وجہ سے کسی دوسرے مثلاً سونے والے کو تکلیف نہ ہو۔

چنانچہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

فَيَجِيءُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُسَلِّمُ تَسْلِيمًا لَا يُوقِظُ نَائِمًا، وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ (مسلم، کتاب الاشربة، بَابُ إِكْرَامِ الضَّيْفِ وَفَضْلِ إِيثَارِهِ، واللفظ لهٗ؛ ترمذی، باب کیف السلام)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تشریف لاتے، تو آپ اس طرح سلام کرتے تھے کہ سونے والے جاگ نہ پڑیں، اور جاگنے والے (سلام کی آواز) سُن لیں (مسلم) [1]

اور حضرت ثابت بن عبید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ مَجْلِسًا فِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ : إِذَا سَلَّمْتَ فَأَسْمِعْ فَإِنَّهَا تَحِيَّةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً (الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث ۱۰۰۵، باب یسمع إذا سلم) [2]

ترجمہ: میں ایک مجلس میں آیا، جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ جب آپ سلام کرو، تو سلام (کی آواز) کو سُناؤ، اس لئے کہ یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ دعا ہے (ادب المفرد)

---

[1] هَذَا فِيهِ آدَابُ السَّلَامِ عَلَى الْأَيْقَاظِ فِي مَوْضِعٍ فِيهِ نِيَامٌ أَوْ مَنْ فِي مَعْنَاهُمْ وَأَنَّهُ يَكُونُ سَلَامًا مُتَوَسِّطًا بين الرفع والمخافتة بحيث يسمع الايقاظ ولايهوش عَلَى غَيْرِهِمْ (شرح النووی علیٰ مسلم، باب اکرام الصیف وَفَضْلِ إِيثَارِهِ)

[2] فی حاشیة الادب المفرد: صحیح الإسناد، وکذا قال الحافظ (حواله بالا)

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

إِذَا سَلَّمْتَ فَأَسْمِعْ، وَإِذَا رَدُّوْا عَلَيْكَ فَلْيُسْمِعُوْكَ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۴۸۶)

ترجمہ: جب آپ سلام کرو، تو سلام (کی آواز) کو سُناؤ، اور جب (سلام کا) جواب دینے والے جواب دیں، تو وہ آپ کو سلام (کی آواز) سُنائیں (عبدالرزاق)

لہٰذا سلام کرتے ہوئے اور سلام کا جواب دیتے ہوئے اتنی آواز اختیار کی جائے کہ جس کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا ہو، اُس کو آواز پہنچ جائے، اور زیادہ بلند آواز کی وجہ سے کسی آرام کرنے والے یا مشغول آدمی کو تکلیف نہ ہو۔

اسی طرح اتنی آہستہ آواز سے سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا کہ جس سے دوسرے کو سلام کا علم ہی نہ ہو، یہ بھی قابلِ اصلاح ہے۔ [1]

خندہ پیشانی کے ساتھ سلام کرنا، اور تقبیل کی حیثیت

احادیث میں ملاقات کے وقت سلام کرنے کے آداب میں سے کھلے ہوئے چہرے اور خندہ پیشانی کے ساتھ سلام کرنا بھی بیان ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ مِنَ الصَّدَقَةِ أَنْ تُسَلِّمَ عَلَى النَّاسِ، وَأَنْتَ مُنْطَلِقُ الْوَجْهِ (شعب الايمان، رقم الحديث ۷۶۹۳؛ اصطناع المعروف، رقم الحديث ۲۶، باب الضحک) [2]

ترجمہ: یہ بھی صدقہ ہے کہ آپ لوگوں سے کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ سلام کریں (بیہقی)

اور حضرت ابوتمیمہ ھجیمی رحمہ اللہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے لمبی روایت میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا .... وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ، وَوَجْهُكَ إِلَيْهِ

---

[1] ويشترط فى ابتداء السلام رفع الصوت بقدر ما يحصل به الإسماع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۳۱۴، التسليم بمعنى التحية، مادة "تسليم")

[2] قال الالبانى:
صحيح لغيره (صحيح الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۲۶۸۳)

مُنْطَلِقٌ، وَلَوْ أَنْ تَلْقٰى أَخَاکَ فَتُسَلِّمَ عَلَيْهِ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۹۵۵) [۱]

ترجمہ: ہرگز بھی کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو............اگرچہ آپ اپنے بھائی سے ملیں، اور آپ کا چہرہ اُس کی طرف کُھلا ہوا ہو، اور اگرچہ آپ اپنے بھائی سے ملیں، تو آپ اس کو سلام کریں (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح مال صدقہ کر کے احسان کیا جاتا ہے، اسی طرح مسلمان بھائی سے ملاقات اور سلام کرتے وقت کھلے ہوئے چہرے سے ملنا بھی اُس پر صدقہ اور احسان کرنا ہے۔ [۲]

اور بعض احادیث وروایات میں ملاقات کے وقت اور خاص طور پر سفر کے بعد کی ملاقات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بعض دیگر صحابۂ کرام کا بوسہ لینا بھی ثابت ہے، اسی طرح صحابۂ کرام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کا بوسہ لینا بھی احادیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ حَدِيْثًا وَكَلَامًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ . وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَرَحَّبَ بِهَا وَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهٖ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَرَحَّبَتْ وَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فَرَحَّبَ بِهَا وَقَبَّلَهَا

(الادبُ المفرد للبخاری، رقم الحديث ۹۷۱، باب الرجل يقبل ابنته، واللفظ لهٗ؛ سنن كبرىٰ نسائی، رقم الحديث ۹۱۹۲؛ الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم، رقم الحديث ۲۹۶۹)

ترجمہ: میں نے بات چیت کرنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا، اور فاطمہ جب آپ کے پاس آتیں تو آپ فاطمہ کے لئے کھڑے ہو جاتے، اُن کو مرحبا کہتے، اور اُن کا بوسہ لیتے، اور اپنی نشست پر اُنہیں بٹھاتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے جاتے،

---

[۱] فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح رجاله ثقات رجال الصحيح.

[۲] (من الصدقة أن تسلم على الناس وأنت طلق الوجه) أی ببشاشة وإظهار بشر فإن فاعل ذلک يكتب له به ثواب التصدق بشیء من ماله لأنه من الإحسان المأمور به (فيض القدير للمناوی، تحت حديث رقم ۸۲۱۸)

تو فاطمہ آپ کے لئے کھڑی ہوجاتیں، آپ کا ہاتھ پکڑتیں، مرحبا کہتیں، آپ کا بوسہ لیتیں، اپنی نشست پر بٹھاتیں، پس فاطمہ آپ کے پاس آپ کے وفات کے مرض میں گئی تھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مرحبا کہا تھا، اور آپ کا بوسہ لیا تھا (ادبُ المفرد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَـانَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، قَبَّلَ ابْنَتَهٗ فَاطِمَةَ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۴۱۰۵، واللفظ لهٗ؛ مسند ابی يعلیٰ، رقم الحديث ۲۴۶۶)[۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے آتے تو اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لیتے تھے (طبرانی)

اور حضرت شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ الـنَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَـلَـقّٰى جَعْفَرَ بْنَ أَبِى طَالِبٍ فَالْتَزَمَهٗ، وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ (ابوداؤد، رقم الحديث ۵۲۲۰، باب فی قبلة ما بين العينين، واللفظ لهٗ؛ الآداب للبيهقی، رقم الحديث ۲۲۷)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر بن ابی طالب سے ملے تو انہیں اپنے ساتھ چپکا لیا، اوراوران کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا (ابوداؤد)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک سریہ (یعنی جنگ) سے واپس آنے کے واقعہ میں روایت ہے کہ:

فَـدَنَـوْنَـا يَـعْنِى مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَهٗ (ابوداؤد، رقم الحديث ۵۲۲۳، واللفظ لهٗ؛ الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث نمبر ۹۷۲، باب تقبيل اليد)

ترجمہ: پس ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگئے اور ہم نے آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا (ابوداؤد؛ ادبُ المفرد)

---

[۱] قال الهيثمی:
رَوَاهُ الـطَّبَـرَانِىُّ فِى الْأَوْسَطِ، وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ، وَفِى بَعْضِهِمْ ضَعْفٌ لَا يَضُرُّ (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۸۰۱)

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِىْ هٰذِهٖ، فَقَبَّلْنَاهَا، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ (المعجم الاوسط، رقم الحديث ٦٥٧، واللفظ لهٗ؛ الادب المفرد للبخارى، رقم الحديث ٩٧٣، باب تقبيل اليد) [1]

ترجمہ: میں اپنے ان ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوا، ہم نے ان کا بوسہ لیا، تو اس پر نکیر نہیں کی گئی (طبرانی)

اس قسم کی روایات بعض دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔ [2]

مذکورہ روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عام حالات میں بڑے کا اپنے چھوٹے کی پیشانی پر بوسہ لینا، اور چھوٹوں کا اپنے بڑوں کے ہاتھ کا بوسہ لینا ادب کے زیادہ قریب ہے۔

---

[1] قال الهيثمى:
رَوَاهُ الطَّبَرَانِىُّ فِى الْأَوْسَطِ، وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٢٧٩٩، باب قبلة اليد)

[2] لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا، فَنُقَبِّلُ يَدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ (ابوداؤد عن زارع، رقم الحديث ٥٢٢٥، واللفظ لهٗ؛ شعب الايمان، رقم الحديث ٨٥٦٠؛ الآداب للبيهقى، رقم الحديث ٢٢٦؛ القبل والمعانقة والمصافحة لابن الأعرابى، رقم الحديث ٤٢)

قال الألباني: حسن دون ذكر الرجلين

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ، قَالَ: قَالَ يَهُودِىٌّ لِصَاحِبِهِ: اذْهَبْ بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِىِّ فَقَالَ صَاحِبُهُ: لَا تَقُلْ نَبِىٌّ، إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ كَانَ لَهُ أَرْبَعَةُ أَعْيُنٍ، فَأَتَيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ .فَقَالَ لَهُمْ: لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِى حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالحَقِّ، وَلَا تَمْشُوا بِبَرِىءٍ إِلَى ذِى سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ، وَلَا تَسْحَرُوا، وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا، وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً، وَلَا تُوَلُّوا الفِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً اليَهُودَ أَنْ لَا تَعْتَدُوا فِى السَّبْتِ، قَالَ: فَقَبَّلُوا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ (ترمذى، رقم الحديث ٢٧٣٣، بَابُ مَا جَاءَ فِى قُبْلَةِ اليَدِ وَالرِّجْلِ؛ نسائى، رقم الحديث ٤٠٧٨؛ سنن كبرىٰ نسائى، رقم الحديث ٣٥٢٧)

قال ابن الملقن الشافعى: رَوَاهُ التِّرْمِذِىّ وَالنَّسَائِىّ وَابْن مَاجَه بأسانيد صَحِيحَة (البدرالمنير، ج ٩، ص ٤٨، كتاب السير، الحديث العشرون،)

عن اسامة بن شريك قال قمنا الى النبى صلى الله عليه و سلم فقبلنا يده (الجامع لاخلاق الراوى، رقم الرواية ٣١٤)

قال الحافظ العسقلانى: سَنَدُهُ قَوِىٌّ (فتح لابن حجر، ج ١١، ص ٥٧، باب الاخذ باليد)

Idara Ghufran

مذکورہ احادیث وروایات کی روشنی میں فقہاء ومحدثین نے بوسہ لینے کی مندرجہ ذیل قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱)......مسلمانوں کا باہم ملاقات کے موقع پر دینی تعلق ودینی محبت کے اظہار کے لئے سلام کے ساتھ ہاتھ کا بوسہ لینا۔

(۲)......ادب وعظمت کے اظہار کے لئے والدین (استاد، پیر، بزرگانِ دین علماء وصلحاء یا منصف حکمران وغیرہ) کا حسبِ موقعہ وعرف، ہاتھ یا پیشانی یا سَر کا بوسہ لینا۔ ۱؎

(۳)......شفقت ورحمت کے طور پر والدین کا اولاد (یعنی بڑوں کا اپنے چھوٹوں) کے چہرہ، پیشانی یا سَر کا بوسہ لینا۔ ۲؎

(۴)......شوہر کا بیوی کے (رخسار، ہونٹ وغیرہ کا) بوسہ لینا۔

یہ واحد بوسہ کی قسم ہے، جو شہوت کی وجہ سے لینا جائز ہے، اس کے علاوہ باقی اقسام کے کسی بوسہ میں شہوت کا شائبہ پایا جائے، تو اس سے اجتناب ضروری ہوگا۔ ۳؎

(۵)...... بھائی کا بھائی یا بہن، اور بہن کا بہن یا بھائی کا ہاتھ، پیشانی یا سَر کا بوسہ لینا (جبکہ

۱؎ قَالَ النَّوَوِيُّ تَقْبِيلُ يَدَ الرَّجُلِ لِزُهْدِهِ وَصَلَاحِهِ أَوْ عِلْمِهِ أَوْ شَرَفِهِ أَوْ صِيَانَتِهِ أَوْ نَحْوِ ذٰلِکَ مِنَ الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ لَا يُكْرَهُ بَلْ يُسْتَحَبُّ فَإِنْ كَانَ لِغِنَاهُ أَوْ شَوْكَتِهِ أَوْ جَاهِهِ عِنْدَ أَهْلِ الدُّنْيَا فَمَكْرُوهٌ شَدِيدُ الْكَرَاهَةِ وَقَالَ أَبُو سَعِيدِ الْمُتَوَلِّي لَا يَجُوز (فتح لابن حجر، ج ۱۱، ص۵۷، باب الاخذ باليد)

۲؎ وَقَالَ ثَابِتٌ :عَنْ أَنَسٍ :أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ (بخارى، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته)

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا، فَقَالَ الأَقْرَعُ :إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ :مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ (بخارى، رقم الحديث ۵۹۹۷، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته)

عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ :جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : تُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ؟ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللَّهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ (بخارى، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته)

۳؎ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ "قَالَ عُرْوَةُ :قُلْتُ لَهَا :مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ ؟ قَالَ :فَضَحِكَتْ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۷۶۶)

في حاشية مسند احمد:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين.

شہوت وفتنے کا اندیشہ نہ ہو، جیسے بہن بھائی کی عمروں میں زیادہ فرق ہو) ۱

پس ملاقات کے وقت خصوصاً جبکہ ملاقات سفر سے آنے کے بعد ہو، تو مسنون سلام کے ساتھ مندرجہ بالا صورتوں میں بوسہ لینے میں حرج نہیں۔

لیکن دینی تعلق کے اظہار کے بجائے رسم کے طور پر یا دنیاوی فاسد غرض مثلاً لالچ، چاپلوسی کی وجہ سے مردوں کا آپس میں ہر ملاقات کے وقت یا عورتوں کا آپس میں ہر ملاقات کے وقت ایک دوسرے کا بوسہ لینے کی عادت بنا لینے کو فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ ۲

اور بوسہ لینے کی مذکورہ تمام صورتوں میں اگر بوسہ لینا شہوت کے طور پر ہو، مثلاً شہوت سے اپنے یا اجنبی

---

۱ قَالَ الْفَقِيه أَبُو اللَّيْث فِي (شرح الْجَامِع الصَّغِير) الْقُبْلَة على خَمْسَة أوجه :قُبْلَة تَحِيَّة، وقبلة شَفَقَة، وقبلة رَحْمَة .وقبلة شَهْوَة، وقبلة مَوَدَّة .فَأَما قبْلَة التَّحِيَّة فكالمؤمنَيْن يقبل بعضهما بَعْضًا على الْيَد، وقبلة الشَّفَقَة قبْلَة الْوَلَد لوالده أَو لوالدته، وقبلة الرَّحْمَة قبْلَة الْوَالِد لوَلَده والوالدة لولدها على الخد، وقبلة الشَّهْوَة قبْلَة الزَّوْج لزوجته على الْفَم، وقبلة الْمَوَدَّة قبْلَة الْأَخ وَالْأُخْت على الخد، وَزَاد بَعضهم من أَصْحَابنَا :قبْلَة ديانَة، وَهِي الْقبْلَة على الْحجر الْأسود، وَقد وَردت أَحَادِيث وآثار كَثِيرَة فِي جَوَاز التَّقْبِيل، وَلَكِن مَحل ذَلِك إِذا كَانَ على وَجه المبرة وَالْإِكْرَام، وَأما إِذا كَانَ على وَجه الشَّهْوَة فَلَا يجوز إِلَّا فِي حق الزَّوْجَيْنِ (عمدة القاری، ج ۱۱، ص ۲۴۱)

وَلَوْ قَدِمَ شَيْخٌ مِنْ السَّفَرِ فَأَرَادَ أَنْ يُقَبِّلَ أُخْتَهُ وَهِيَ شَيْخَةٌ قَالَ إنْ كَانَ يَخَافُ عَلَى نَفْسِهِ لَمْ يَجُزْ وَإِلَّا يَجُوزُ كَذَا رَوَى خَلَفٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ -رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى -كَذَا فِي الْحَاوِي لِلْفَتَاوَى (الفتاویٰ الهندية، ج۵، ص ۳۶۹، كتاب الكراهية، الْبَاب الثَّامِن وَالْعُشْرُونَ)

۲ (ويكره للرجل أن يقبل الرجل) سواء كان فمه أو يده أو عضوا منه وكذا تقبيل المرأة فم امرأة أو خدها عند اللقاء والوداع (مجمع الانهر، ج۲، ص ۵۴۱، كتاب الكراهية، فصل فی بيان أحكام النظر ونحوه)

وأما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه بالإجماع (الدرالمختار)

(قوله فمكروه بالإجماع) أی إذا لم يكن صاحبه عالما ولا عادلا، ولا قصد تعظيم إسلامه ولا إكرامه، وسيأتی أن قبلة يد المؤمن تحية توفيقا بين كلامهم، ولا يقال حالة اللقاء مستثناة لأنا نقول حيث ندب فيها الشارع -صلى الله تعالى عليه وسلم -إلى المصافحة علم أنها تزيد عن غيرها فی التعظيم (ردالمحتار، ج۶، ص۳۸۳، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره)

(وكره) تحريما قهستانی (تقبيل الرجل) فم الرجل أو يده أو شيئا منه وكذا تقبيل المرأة المرأة عند لقاء أو وداع قنية وهذا لو عن شهوة، وأما على وجه البر فجائز عند الكل خانية، وفی الاختيار عن بعضهم لا بأس به إذا قصد البر وأمن الشهوة كتقبيل وجه فقيه ونحوه (الدرالمختار)

(قوله وأما على وجه البر فجائز عند الكل) قال الإمام العينی بعد كلام فعلم إباحة تقبيل اليد والرجل والرأس والكشح كما علم من الأحاديث المتقدمة إباحتها على الجبهة، وبين العينين وعلى الشفتين على وجه المبرة والإكرام اهـ ويأتی قريبا تمام الكلام على التقبيل والقيام (ردالمحتار، ج۶، ص ۳۸۰، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره)

لڑکے کا بوسہ لینا، یا نامحرم عورت کا بوسہ لینا تو پھر یہ ناجائز اور گناہ ہے۔ [1]

البتہ زوجین کے لئے شہوت کے ساتھ باہم بوسہ لینا جائز ہے۔

اور بوسہ لینے کی مندرجہ بالا جائز صورتوں میں ہاتھ، سَر یا پیشانی کا بوسہ لینا تو بہرحال جائز ہے۔ مگر زوجین کے آپس کے بوسہ کے علاوہ کسی کے منہ یا چہرے یا پاؤں کا بوسہ لینے سے پرہیز واحتیاط کرنا بہتر ہے۔

---

[1] الأمرد إذا لم يكن صبيح الوجه فحكمه حكم الرجال فى جواز تقبيله للوداع والشفقة دون الشهوة، أما إذا كان صبيح الوجه يشتهى فيأخذ حكم النساء وإن اتحد الجنس، فتحرم مصافحته وتقبيله ومعانقته بقصد التلذذ عند عامة الفقهاء وتفصيله فى مصطلح " :أمرد ."

تقبيل الرجل للرجل، والمرأة للمرأة: لا يجوز للرجل تقبيل فم الرجل أو يده أو شيء منه، وكذا تقبيل المرأة للمرأة، والمعانقة ومماسة الأبدان، ونحوها، وذلك كله إذا كان على وجه الشهوة، وهذا بلا خلاف بين الفقهاء لما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه :نهى عن المكامعة وهى :المعانقة، وعن المعاكمة وهى: التقبيل.أما إذا كان ذلك على غير الفم، وعلى وجه البر والكرامة، أو لأجل الشفقة عند اللقاء والوداع، فلا بأس به (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳، ص۱۳۰، مادة "التقبيل"، تقبيل الرجل للرجل، والمرأة للمرأة)

زبدة المناقب من حيات سيدنا على بن ابى طالب المسمى ب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کی سیرت اور وقائع حیات اور دینی خدمات کا علمی، فکری اور مثبت پیرایہ

ب. تفهيمات مهمات: مفکرِ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم

تالیف: حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب مدظلہ (مدیر: ماہنامہ ''الہلال'' مانچسٹر)

ناشر: ادارہ اشاعت الاسلام، مانچسٹر، یو کے۔ فون: 01612329851

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

شراب اور نشہ کے دنیاوی اور دینی نقصانات (قسط۸)

شراب کو حلال قرار دیا جانا اور دوسرے نام رکھے جانا

حضرت ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ

(بخاری، رقم الحدیث ۵۵۹۰، باب ما جاء فیمن یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه، ابن حبان، رقم الحدیث ۶۷۵۴) [1]

ترجمہ: میری امت میں ضرور ایسی اقوام ہوں گی، جو زنا کو اور ریشم کو اور شراب کو اور گانے بجانے کے آلات کو حلال قرار دیں گی (بخاری)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُضْرَبُ عَلٰى رُءُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْقَيْنَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ

(التاریخ الکبیر للبخاری) [2]

ترجمہ: کچھ لوگ میری امت میں سے شراب پئیں گے، جس کا نام شراب کے علاوہ کچھ اور رکھیں گے ان کے سروں پر گانے بجانے کے آلات بجائے جائیں گے، اور گانے والی گانے گائیں گی، اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دیں گے، اور ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ بندر اور

---

[1] فی حاشیة ابن حبان: حدیث صحیح، هشام بن عمار مع کونه ثقة، فقد کبر، فصار یتلقن، لکنه لم ینفرد به، وباقی رجاله ثقات.

[2] ج ا ص ۳۰۵، دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد -الدکن، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجة حدیث نمبر ۴۰۱۰، کتاب الفتن، باب العقوبات، شعب الایمان حدیث نمبر ۵۲۲۷، مصنف ابنِ ابی شیبة حدیث نمبر ۲۴۲۲۷، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۳۳۴۲، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۶۷۵۸.

قلت :وهذا إسناد رجاله ثقات غیر مالک هذا فإنه لا یعرف إلا بروایة حاتم عنه فهو مجهول ولذلک قال الحافظ فیه " :مقبول "أی عند المتابعة (تحریم آلات الطرب للألبانی ،ص ۴۵)

خنزیر بنادیں گے(تاریخ کبیر، بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے قریب کچھ لوگ شراب کو دوسرے نام دے کر حلال قرار دینے کی کوشش کریں گے، اور یہ اُن کے لئے سخت وبال کا باعث ہوگا۔

اس حدیث کی پیشین گوئی کے کچھ مناظر آج دنیا میں رونما ہونا شروع ہوگئے ہیں، شراب اور نشہ آور چیزوں کو مختلف مہذب ناموں سے موسوم کیا جانے لگا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ [۱]

شراب نوشی والی جگہ بیٹھنے کی ممانعت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يَقْعُدْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۴۶۵۱) [۲]

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے کہ جس پر شراب پی جارہی ہو(مسند احمد)

اس طرح حدیثیں اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [۳]

---

[۱] (ليكونن من أمتى أقوام يستحلون الحر)، بكسر الحاء المهملة وتخفيف الراء المفتوحة الفرج أى يستحلون الزنا، وحكى القاضى عياض تشديد الراء وهو كذلك فى الفرع أيضا والصواب كما فى الفتح التخفيف (و) يستحلون (الحرير و) يستحلون (الخمر) شربا أى يعتقدون حلها أو هو مجاز عن الاسترسال فى شربها كالاسترسال فى الحلال (و) يستحلون (المعازف) بفتح الميم والعين المهملة وبعد الألف زاى مكسورة ففاء جمع معزفة آلات الملاهى أو هى الغناء وفى الصحاح هى آلات اللهو وقيل أصوات الملاهى، وقال فى القاموس :والمعازف الملاهى كالعود والطنبور الواحد عزف أو معزف كمنبر ومكنسة والعازف اللاعب بها والمغنى وفى حواشى الدمياطى أنها الدفوف وغيرها مما يضرب به، وعند الإمام أحمد وابن أبى شيبة والبخارى فى تاريخه من طريق مالك بن أبى مريم عن عبد الرحيم بن غنم عن أبى مالك الأشعرى عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-ليشربن أناس من أمتى الخمر يسمونها بغير اسمها تغدو عليهم القيان وتروح عليهم المعازف (ارشاد السارى، ج۸، ص۳۱۸، كتاب الاشربة، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه)

[۲] فى حاشية مسند احمد:حسن لغيره، وبعضه صحيح.

[۳] عَنْ مَكْحُولٍ الشَّامِيِّ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَقْعُدُ عَلَى مَائِدَةٍ يَشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرَ(مسند الشاميين للطبرانى، رقم الحديث ۳۴۶۹) عن سالم، عن أبيه قال " :نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقعد على مائدة يشرب عليها الخمر (شعب الايمان، رقم الحديث ۵۲۰۶)

Idara Ghufran

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب نوشی والی جگہ اور بطورِ خاص ایسے دستر خوان پر بیٹھنا منع ہے کہ جس پر شراب پی جارہی ہو۔ [1]

اولاد یا جانور کو شراب پلانے کی ممانعت

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ (ابوداؤد، حديث نمبر ٣٦٧٦، كتاب الاشربة، باب فى تحريم الخمر)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، شراب پر، اور اس کے پینے والے پر، اور اس کے پلانے والے پر، اور اس کے بیچنے والے پر، اور اس کے خریدنے والے پر، اور اس کے تیار کرنے والے پر، اور اس کے بنوانے والے پر، اور اس کے اٹھا کر لے جانے والے پر، اور جس کے پاس لے جائی جائے اس پر (ابوداود)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں، جو پہلے گزر چکی ہیں، اور شراب پلانے کی ممانعت عام ہے، جس میں بچوں اور جانوروں کو شراب پلانا بھی داخل ہے۔

بعض روایات وآثار میں صراحت کے ساتھ بچوں اور جانوروں کو شراب پلانے کی ممانعت کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: لَا تَسْقُوْا أَوْلَادَكُمُ الْخَمْرَ، فَإِنَّ أَوْلَادَكُمْ وُلِدُوْا عَلَى الْفِطْرَةِ أَتَسْقُوْنَهُمْ مِمَّا لَا عِلْمَ لَهُمْ بِهٖ، إِنَّمَا إِثْمُهُمْ عَلٰى مَنْ سَقَاهُمْ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيْمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ١٧١٠٢، واللفظ له، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٩٧١٧) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو شراب نہ پلاؤ، کیونکہ

---

[1] يحرم مجالسة شراب الخمر وهم يشربونها، أو الأكل على مائدة يشرب عليها شيء من المسكرات خمرا كان أو غيره، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :(من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقعد على مائدة يشرب عليها الخمر) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥، ص٢٧، مادة:الاشربة، حكم مجالسة شاربى الخمر)

[2] قال الهيثمى: رواه الطبرانى، وإسناده منقطع، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٨٢٠٠، باب ماجاء فى الخمر ومن يشربها)

تمہاری اولاد فطرت (یعنی اسلام) پر پیدا ہوئی ہے، کیا تم ان کو وہ چیز پلاتے ہو، جس کا ان کو علم نہیں، اس (شراب پلانے) کا گناہ پلانے والے پر ہے، اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہوئی چیز میں شفاء نہیں رکھی (عبدالرزاق، طبرانی)

حضرت عبداللہ بن نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ تُسْقَى الْبَهَائِمُ الْخَمْرَ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۲۳۹۶۱، کتاب الطب، باب فی الخمر یتداوی بها ، والسکر)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما جانوروں کو شراب پلانے کو ناپسند قرار دیتے تھے (ابنِ ابی شیبہ) ۱

اس سے معلوم ہوا کہ بچے، یا مجنون و پاگل کو اور اسی طرح جانور کو شراب پلانا ممنوع ہے۔ ۲

جانور کو اگر انسان شراب پلائے، تو اگرچہ جانور گناہ گار نہیں، کیونکہ وہ احکام کا مکلّف و پابند نہیں، مگر انسان احکام کا مکلّف و پابند ہے، اس لئے جانور کو اپنے اختیار سے شراب پلانے کی صورت میں شراب پلانے والا انسان گناہ گار ہوگا۔

لہٰذا جانور کو شراب یا کوئی حرام و ناپاک چیز اپنے اختیار سے کھلانا پلانا جائز نہیں، البتہ اگر ناپاک چیز کہیں

---

۱ یہ اثر مرفوعاً بھی مروی ہے، مگر اس کے موقوف ہونے کو زیادہ صحیح قرار دیا گیا ہے۔

حدثنا أبو القاسم بن أبي حصين ، ثنا محمد بن عبد الله الحضرمي ، ثنا عبد الوهاب بن زكرياء بن أبي زكرياء ، وأبو سعيد الأصبهاني ، ثنا الحسين بن حفص ، ثنا أبو مسلم ، قائد الأعمش ، عن عبيد الله ، عن نافع ، عن ابن عمر ، قال : نهى رسول الله ﷺ أن تسقى البهائم الخمر (اخبارِ اصبهان، حدیث نمبر ۴۰۵۶)

حدثنا محمد بن جعفر ، ثنا محمد بن يعقوب بن إسحاق أبو صالح الوراق ، ثنا عبد الله بن داود ، ثنا الحسين بن حفص ، ثنا أبو مسلم قائد الأعمش ، عن عبيد الله ، عن نافع ، عن ابن عمر قال : نهى رسول الله ﷺ أن تسقى البهائم الخمر (اخبارِ اصبهان، حدیث نمبر ۱۴۱۶)

الصحيح في هذا موقوف على ابن عمر . وهذا أيضا كذلك ، إنما سئل عنه فأجاب بأن أبا مسلم قائد الأعمش رواه عن عبيد الله بن عمر ، عن نافع ، عن ابن عمر مرفوعا(بيان الوهم والإيهام في كتاب الأحكام لابن القطان ج۲ ص ۵۳۴)

۲ يحرم على المسلم المكلف أن يسقي الخمر الصبي، أو المجنون، فإن أسقاهم فالإثم عليه لا على الشارب، ولا حد على الشارب، لأن خطاب التحريم متوجه إلى البالغ العاقل وقد قال صلى الله عليه وسلم: (الخمر أم الخبائث وقال :(لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه وآكل ثمنها) ويحرم أيضا على المسلم أن يسقي الخمر للدواب صرح بذلك المالكية والحنابلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص ۲۶، مادة: الاشربة،الخمر حكم سقيها لغير المكلفين)

پڑی ہو، یا کسی جگہ ڈال دی جائے، اور جانور اسے خود کھانے لگے، تو یہ جانور کا اپنا فعل ہے، اور جانور اس کا مکلّف نہیں۔ ۱؎ (جاری ہے............)

۱؎ (وحرم الانتفاع بها) ولو لسقی دواب(درِ مختار، کتاب الاشربة)

(قوله ولو لسقی دواب) قال بعض المشايخ لو قاد الدابة إلى الخمر لا بأس به ، ولو نقل إلى الدابة يكره وكذا قالوا فيمن أراد تخليل الخمر ينبغي أن يحمل الخل إلى الخمر ولو عكس يكره وهو الصحيح تتارخانية (ردالمحتار، کتاب الاشربة)

ويكره أن يبل الطين بالخمر وأن يسقى الدواب به قال بعض المشايخ لو نقل الدابة إلى الخمر لا بأس به ولو نقل الخمر إلى الدابة يكره(الفتاویٰ الهندية، کتاب الاشربة، الباب الاول)

(ولا تسقى الدواب) مطلقا (وقيل) إن أريد سقى الدواب (لا يحمل الخمر إليها) أى إلى الدابة (فإن قيدت) أى الدابة (إلى الخمر فلا بأس به) أى بالقود لأنه لا يكون حاملها (كما فى الكلب مع الميتة) فإنه إن دعاه إليها فلا بأس به وإن حملها إليه لا يجوز (مجمع الانهر، کتاب الاشربة)

وهذا كما لا يحل للمسلم حمل الخمر إلى الخل للتخليل ولكن يحمل الخل إلى الخمر ولا يحمل الجيفة إلى الهرة وله أن يحمل الهرة إلى الجيفة(فتاویٰ قاضی خان ، کتاب الشفعة)

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی منظور احمد

تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط۱۳)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان اکابر میں سے ہیں جن کے امت پر بڑے احسانات ہیں، آپ کا خاندانی پیشہ ریشم کی فروخت کا تھا، آپ کا ریشم بنانے اور ریشمی کپڑا تیار کرنے کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے مزدور کام کرتے تھے، اور ریشمی کپڑوں کی ایک بہت بڑی دوکان بھی تھی جس میں کارخانے کے تیار شدہ ریشمی کپڑے فروخت ہوتے تھے، علامہ ذہبی نے امام صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، انہوں نے فقہ، عبادت، پرہیز گاری اور سخاوت کو اپنی ذات میں جمع کر رکھا تھا، حکومت کے عطیے قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود اپنی کمائی سے دوسروں پر خرچ کرتے تھے اور اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے، ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑے بننے کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے (العبر فی خبر من غبر ،سنة خمسين ومائة ، ج ا ص ۲۱۴ ،مطبعة حكومة الكويت)

امام صاحب کی یہ دوکان کوفہ میں جلیل القدر صحابی حضرت عمرو بن حریث مخزومی رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھی جس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرو بن حریث (جو وصال نبوی کے وقت بارہ سال کے تھے) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے میرے والد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر گئے، آپ نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا، اور میرے لیے بیع وشراء میں برکت اور رزق میں فراوانی کی دعا فرمائی۔ ایک مرتبہ میرے بھائی سعید بن حریث مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر گئے، اس وقت آپ سونا تقسیم فرما رہے تھے، مجھے بھی ایک ٹکڑا عنایت فرمایا، میں نے سوچا اس کو جس چیز میں لگاؤں گا برکت ہوگی، چنانچہ انہوں اس کا آخری حصہ اس مکان میں لگایا جس کی وجہ سے انہوں نے بہت زیادہ مال کمایا اور کوفہ کے سب سے بڑے مالدار آدمی ہوئے (أسد الغابة ،عمرو بن حريث ،ج ۲ ص ۳۴۵)

ابن سعد کے مطابق یہ مکان بہت بڑا اور مشہور تھا اور آجکل (تیسری صدی میں) اس میں ریشم کا کاروبار کرنے والے رہتے ہیں، (گویا یہ وہی دار کبیر ہے جس میں امام صاحب کی دوکان تھی) (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ،عمرو بن حريث ،ج ۶ ص ۲۳)

تاریخ بغداد میں صراحۃً اس بات کا ذکر ہے کہ امام صاحب کی دوکان اسی دارعمرو بن حریث میں تھی (تاریخ بغداد ،النعمان بن ثابت ،ج۱۳ ص ۳۲۶،دار الکتب العلمیۃبیروت)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ہے لیکن اس میں امانت اور دیانت اور معاملات کی صفائی کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے ،جس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعات سے ہوتا ہے:

حضرت حفص بن عبدالرحمٰن امام صاحب کے شریک تجارت تھے ،آپ ان کے ہاں مال روانہ کیا کرتے تھے اور وہ آگے بیچتے تھے ،ایک مرتبہ آپ نے مال بھیجا اور ان کو بتا دیا کہ ایک تھان میں عیب ہے ،گاہک کو بتا دینا ،مگر حفص کے ذہن سے بات نکل گئی اور انہوں وہ تھان بغیر بتائے عام قیمت پر فروخت کر دیا بعد میں خریدار کا پتہ نہ چل سکا تو امام صاحب کو جب پتہ چلا تو آپ نے پوری قیمت صدقہ کردی (سیرۃ ائمہ اربعہ، قاضی اطہر مبارکپوری ص ۷۱، بحوالہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۵۸)

ایک شخص نے ایک خاص رنگ کا کپڑا طلب کیا ،امام صاحب نے کہا کہ انتظار کرو ،ایسا کپڑا آجائے گا تو تمہارے لیے محفوظ رکھوں گا ،ایک ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ مطلوبہ رنگ کا کپڑا دوکان پر آگیا اور وہ شخص دوکان کی طرف سے گذرا آپ نے اس کو بلا کر کہا کہ تمہاری پسند کا کپڑا آگیا ہے ،اس نے قیمت دریافت کی تو آپ نے ایک درہم بتائی ،اس نے مذاق سمجھا ،امام صاحب نے بتایا کہ میں نے دو کپڑے بیس دینار ایک درہم کے خریدے تھے ،ان میں سے ایک کپڑا بیس دینار میں فروخت ہو گیا ہے ،میرے رأس المال میں ایک درہم کی کمی رہ گئی ہے ،تم دوسرا کپڑا لے لو اور ایک درہم دے دو ،میں اپنے احباب سے نفع نہیں لیتا

(تاریخ بغداد ، ماذکر من جود ابی حنیفۃوسماحہ وحسن عھدہ، ج۱۳ ص ۳۵۶،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک شخص نے دوکان پر آکر امام صاحب سے کہا کہ میری شادی کی بات چیت مکمل ہوگئی ہے ،آپ مجھ پر احسان کریں دو کپڑوں کی ضرورت ہے ،امام صاحب نے اس شخص کو دو ہفتے بعد بلایا جب وہ آیا تو اس کو دو کپڑے دیے اور ایک دینار نقد دے کر کہا کہ یہ سب لے جاؤ ،وہ حیران ہوا اس کی حیرت دیکھ کر امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے تمہارے نام سے کچھ سامان بغداد بھیجا تھا ،اس کو فروخت کر کے تمہارے یہ کپڑے خریدے گئے اور اس کی قیمت میں سے یہ ایک دینار بچ گیا ہے ،تم یہ لے جاؤ ورنہ میں ان کپڑوں کو فروخت کر کے ان کی قیمت اور مزید ایک دینار صدقہ کر دوں گا ،لوگوں نے اس واقعہ کی تفصیل معلوم کرنا چاہی تو امام صاحب نے بتایا کہ اس شخص نے آکر مجھے کہا تھا کہ مجھ پر احسان کریں ،میرے استاذ عطاء

بن ابی رباح نے حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی سے کہے کہ مجھ پر احسان کرو تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے راز کا امین بنا دیا۔اس وجہ سے میں اس شخص کے ساتھ زیادہ سے زیادہ حسن سلوک کرنا چاہتا ہوں (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ،ذکر ماروی فی سماحۃ ابی حنیفۃ، ج ا ص ۵۸،عالم الکتب بیروت)

ملیح بن وکیع کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں امام صاحب کی دوکان پر بیٹھا تھا ایک بوڑھی عورت ایک ریشمی کپڑا فروخت کرنے آئی،امام صاحب نے قیمت دریافت کی تو اس نے سو درہم بتائی امام صاحب نے کہا کہ یہ کپڑا اس سے قیمتی ہے اس نے دوسو درہم بتائی تو امام صاحب نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے، اس نے تین بتائی تو امام صاحب نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے اس نے چار سو بتائی تو امام صاحب نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے،عورت نے سمجھا کہ امام صاحب ویسے تفریح کر رہے ہیں، پھر امام صاحب نے فرمایا کہ تم کسی آدمی کو بلاؤ جو اس کا دام لگائے،بالآخر امام صاحب نے اس سے وہ کپڑا پانچ سو درہم میں خریدا (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ،ذکر ماروی فی امانۃ ابی حنیفۃ ، ج ا ص ۵۰،عالم الکتب بیروت)

آجکل دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ان کی قیمتی چیز انتہائی کم ریٹ پر خریدا جاتا اور بعض اوقات اتنی کم قیمت پر خریدا جاتا ہے کہ بیچنے والے کا واضح نقصان ہو رہا ہوتا ہے،تاجر حضرات اس کو اپنی تجارت کی کامیابی تصور کرتے ہیں،لیکن یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس نے تجارت کو اپنی دنیاوی حرص کو پورا کرنے کے لیے اختیار کیا ہو،امام صاحب نے تجارت کو بھی دین سمجھ کر اختیار کیا تھا اور اس کو اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے استعمال کیا اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اس میں برکت بھی عطا فرمائی تھی،دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے والے تاجر حضرات کے لیے امام صاحب کا یہ واقعہ انتہائی عبرت کا سامان ہے۔

ایک شخص نے دوکان پر آکر کپڑا خریدنا چاہا،امام صاحب نے ملازم سے کہا کہ کپڑا نکال کر دکھاؤ،اس نے تھان نکالا اور اس پر ہاتھ رکھ کر کہا ”صلی اللہ علی محمد “ امام صاحب سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ تم میرے کپڑے کے تعارف اور اس کو بیچنے کے لیے درود شریف جیسی مقدس چیز کو استعمال کر رہے ہو لہٰذا آج خرید وفروخت بند رہے گی،چنانچہ اس کے بعد پورا دن خرید وفروخت نہ کی (سیرۃ ائمہ اربعہ ،قاضی اطہر مبارکپوری،ص ۷۲،بحوالہ عقود الجمان ص ۳۰۹)

امام صاحب سامان بغداد بھیجتے، اس سے دوسرا سامان خریدتے اور اسے کوفہ میں لے جا کر بیچتے، ان کے پاس سال کو جو نفع بچتا اسے جمع کر کے اس سے شیوخ اور محدثین کے لیے کھانے کا سامان، ان کے کپڑے اور ان کی جملہ ضروریات خریدتے، اس سے جو مال بچتا اسے ان چیزوں سمیت شیوخ کے حوالے کرتے اور یہ فرماتے کہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کرو اور اللہ تعالیٰ سوا کسی کی تعریف نہ کرو کیونکہ میں نے اپنے مال میں سے تمہیں کچھ نہیں دیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور تمہارے سامان کا نفع ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں جاری کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ رزق میں کسی کی کوئی طاقت نہیں (کہ کمی بیشی کر سکے)

(تاريخ بغداد ،مناقب أبي حنيفة ،ج۳ص ۳۶۰،دار الكتب العلمية بيروت)

امام صاحب کی تجارت کا مقصد جہاں اتباع سنت، نادار لوگوں کی مدد وغیرہ تھی وہاں ان کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ لوگوں سے استغناء حاصل ہو اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے پڑیں، چنانچہ امام صاحب کا یہ معمول تھا کہ وہ سلطان اور خلیفہ کی طرف سے ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی ضریات اپنی تجارت اور کمائی سے پوری کرتے تھے (تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۸ .دار احياء التراث العربي) (جاری ہے......)

رَاحَةُ العَيْنَيْنِ فی ترک رفع الیدین

(تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین نہ کرنا سنتِ مستمرہ اور دائمہ ہے)

تالیف: حضرت مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفی صاحب (فاضل: جامعہ اشرفیہ، لاہور)

ناشر: الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37184803

بسلسلہ: تاریخی معلومات — مولانا طارق محمود

ماہِ ذیقعدہ: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذیقعدہ ۵۰۱ھ: میں ابوشجاع ظہیر الدین محمد بن حسین بن محمد کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۳۱)

□......ماہِ ذیقعدہ ۵۰۲ھ: میں حضرت ابوسعد محمد بن عبدالکریم بن خشیش بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۲۴۱)

□......ماہِ ذیقعدہ ۵۰۴ھ: میں حضرت ابوعبداللہ اسماعیل بن عبدالغافر بن محمد بن عبدالغافر بن احمد فارسی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۲۶۳)

□......ماہِ ذیقعدہ ۵۰۵ھ: میں حضرت ابوالکرم مبارک بن فاخر بن محمد بن یعقوب بغدادی نحوی لغوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۳۰۳)

□......ماہِ ذیقعدہ ۵۱۱ھ: میں حضرت ابوالقاسم غانم بن محمد بن عبید اللہ بن عمر بن ایوب برجی اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۳۲۲)

□......ماہِ ذیقعدہ ۵۱۴ھ: میں حضرت ابومنصور محمد بن اسماعیل بن محمد بن محمد بن عبداللہ اصبہانی صیرفی اشقر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۴۳۰)

□......ماہِ ذیقعدہ ۵۱۶ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن ابی بکر عتیق بن خلف قرشی صقلی مقری نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۳۸۸)

□......ماہِ ذیقعدہ ۵۱۷ھ: میں حضرت ابوالحسن ظریف بن محمد بن عبدالعزیز بن احمد بن شاذان حیری نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۳۷۶)

□......ماہِ ذیقعدہ ۵۱۷ھ: میں حضرت ابوصادق مرشد بن یحییٰ بن قاسم مدینی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۴۷۶)

□......ماہِ ذیقعدہ ۵۲۰ھ: میں شیخ المالکیہ حضرت ابوالولید محمد بن احمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۵۰۱)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۲۰ھ: میں موصل کے امیر قسیم الدولہ ابو سعید کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۵۱۱)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۲۰ھ: میں حضرت ابو العلاء صاعد بن سیار بن محمد بن عبداللہ اسحاقی ہروی دہان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۵۹۰، تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۴۵، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۶۰)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۲۶ھ: میں حضرت ابو محمد عبدالکریم بن حمزہ بن خضر بن عباس سلمی دمشقی کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۶۰۰)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۳۰ھ: میں عباسی خلیفہ المقتفی لامر اللہ محمد بن المستظہر باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۳۹۹)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۳۱ھ: میں حضرت ابو جعفر محمد بن ابی علی حسن بن محمد بن عبداللہ ہمذانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۱۰۲)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۳۲ھ: میں حضرت ابو منصور علی بن علی بن عبیداللہ بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۵۰)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۳۳ھ: میں حضرت ابو الحسن جمال الاسلام علی بن مسلم بن محمد بن علی بن فتح سلمی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۳۳)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۳۶ھ: میں حضرت ابو القاسم اسماعیل بن احمد بن عمر بن ابی الاشعث سمرقندی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۳۱)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۴۱ھ: میں حضرت ابو القاسم ظاہر بن احمد بغدادی مسامیر بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۱۷۱)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۴۳ھ: میں حضرت ابو العز محمد بن علی بن محمد بستی صوفی جوال رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۲۸۴)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۴۹ھ: میں حضرت ابو البرکات عبداللہ بن محمد بن فضل بن احمد بن فراوی صاعدی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۲۲۸)

☐......ماہِ ذیقعدہ ۵۵۰ھ: میں حضرت ابو المعالی مجلی بن جمیع بن نجا قرشی مخزومی ارسوفی شامی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۳۲۶)

علم کے مینار   مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

عمر خیام ایک عظیم مگر مظلوم فلسفی و ریاضی دان (قسط ۹)

عمر خیام صوفی فیلسوف

ہم پیچھے کہیں اشارہ کر آئے ہیں کہ خیام ''صوفی فیلسوف'' تھا، اس کی ہم تھوڑی سی وضاحت کرتے ہیں تاکہ خیام کے وہ اشعار جو اس کی مخصوص ذہنیت و مزاج اور اس کے خاص فلسفیانہ نظریات کے تناظر میں ہیں، جن کا کچھ نمونہ ہم پیش کریں گے، ان سے کوئی مغالطہ پیدا نہ ہو، اور ایک راسخ العقیدہ مسلمان کو اپنے دین کی بابت کوئی تشویش پیدا نہ ہو، کیونکہ خیام بہرحال شریعتِ محمدیہ کا ترجمان نہیں، بلکہ اپنے مخصوص فلسفیانہ و حکیمانہ خیالات کا ترجمان ہے، جن کا بڑا حصہ یونانی بے دین فلاسفہ کے افکار و نظریات سے ماخوذ ہے، اور خیام کی مخصوص جذب و وارفتگی کے حامل مزاج نے اپنی شاعری کے تیکھے اسلوب کے سانچے میں ڈھال کر ان خشک اور بودے نظریات میں عجیب چکا چوندی پیدا کی ہے۔ [۱]

حکمائے اسلام

وضاحت اس اجمال کی یہ ہے کہ اسلام سے پہلے حران (واقع عراق) اور جندی شاپور (واقع ایران) میں حکماء کا ایک گروہ تھا (واضح رہے کہ فلسفہ کو عربی میں حکمت اور فلاسفہ کو حکماء اور حکیم کہا جاتا ہے) جو ایک طرف قدیم یونانی فلاسفہ کے نظریات اور فلسفے کو انگیز کیئے ہوئے تھا، تو دوسری طرف قدیم ایرانی علوم عقلیہ کا وارث اور تیسری طرف مصر کے نوافلاطونی حکمت کا علمبردار و ماہر تھا، اسی قبیل کی حکماء کی جماعت اسکندریہ (مصر) میں بھی تھی، جو ایک طرف عیسائی علمِ کلام اور اصولِ دین اور دوسری طرف یونانی فلسفہ و حکمت کے ماہر اور ترجمان تھے، زمانہ خلافت راشدہ اور بعد میں اموی سلطنت کے عہد میں جب اسلامی فتوحات کا طوفانی

---

[۱] ہم خیام کے حامی صرف اس کے ہیئت و فلکیات اور تنجیم (نجوم) وغیرہ کے علوم وفنون میں سر برآوردہ ہونے اور ان علوم وفنون کے راستے سے اس نے جو کارنامے سرنجام دیے، اور اپنے وقت کی مسلمان سلطنتوں کو اپنی سنہری خدمات پیش کیں، جن کے اثرات بعد کے زمانے میں بھی صدیوں تک ایشیائی سلطنتوں اور معاشروں میں نفوذ کیئے رہے، ان کو اجاگر کرنے کے اعتبار سے ہیں، ایک عبقری و باکمال شخصیت جو تاریخ کی گرد میں اوجھل ہوگیا، اور مغربی دنیا کے داناؤں نے پچھلی دو صدیوں میں جس کو کسی اور رنگ میں پیش کیا ہے، تاکہ اس کی صفائی و درستگی ہو کر خیام کا اصل رخ سامنے آئے، ورنہ ہم اس کے ان فلسفیانہ نظریات سے جو اسلامی شریعت سے متصادم ہیں، کوئی سروکار نہیں رکھتے، نہ ان کو درست سمجھتے ہیں۔ امجد۔

ریلا مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیل گیا، تو اس سیلابِ بلا میں یہ سب قدیم دبستانِ علم وحکمت وقت کی مستحکم وقدیم سلطنتوں کے ساتھ ساتھ برباد وغرقاب ہوگئے۔

بقول ایک ایرانی شاعر کے: ع

بشکست عمر پشت ہر بزانِ عجم را ۔۔۔ برباد وفنا داد رگ وریشہٴ جم را

بعد میں عباسیہ نے جب عراق کو مرکز سلطنت بنایا، اور عروس البلاد بغداد کو بسایا، اور علم وحکمت کے غلغلے بغداد کے دانش کدوں سے بلند ہوئے، تو یونانی حکمت ودانش اور فلسفہ ومنطق کو عربی جامہ پہنانے اور ترجمہ کرنے میں بعض عباسی خلفاء (منصور، ھارون الرشید، مامون الرشید وغیرہ) نے گہری دلچسپی لی، اس طرح جہاں یونانی حکمت وفلسفہ عربی جامہ پہن کر مشرف باسلام ہونے لگا، تو ساتھ ساتھ حران وجندی شاپور اور اسکندریہ کے فلاسفوں اور حکماء کے مکاتب فکر کے بھی نصیبے جاگ اُٹھے، اور ان کے وارے نیارے ہوگئے، بلکہ حکمت وفلاسفروں کی راہ سے اسلام کے مضبوط قلعے میں نقب لگانے کا سنہری موقعہ بھی ان کے ہاتھ آ گیا، جس کا کڑوا پھل پھر امت مسلمہ نے معتزلہ، قدریہ، جبریہ اور باطنیہ وغیرہ منحرف گروہوں کے الحاد کی شکل میں کھایا۔

خیر یہاں سے مسلمانوں میں حران ویونان کے فلسفہ وحکمت کا خوشہ چین ''حکماء اسلام'' کا گروہ وجود میں آیا، غالبًا حکماء اسلام کے اس گروہ کا سرخیل جس کو تاریخی شہرت حاصل ہوئی، یعقوب کندی تھا، (الموجود ۲۲۲ھ) جس نے مامونی دربار اور بغداد کے دارالتراجم سے اپنے علمی کارناموں کی بدولت لازوال شہرت حاصل کی، اس کے بعد عہد بعہد جو نامور ہستیاں، اس گروہِ حکماء میں سامنے آئیں، اور جریدۂ عالم وصفحات دہر پر اپنے گہرے ودیرپا نقوش ثبت کر کے چھوڑ گئیں، ان میں فارابی (۳۳۹ھ) بوعلی سینا (۴۲۸ھ) ابنِ مسکویہ (۴۲۱ھ) ابن رشد (ولادت ۵۲۰ھ) وغیرہ ہیں۔ یہ تو وہ نام ہیں جن کی شہرت سے خاص وعام واقف ہیں، ورنہ اس گروہ حکماء اسلام میں ہر دور میں سینکڑوں لوگوں کی تاریخ نے خبر دی ہے، ان حکماء کی شریعت کا بقول سید صاحب کے سب سے مکمل صحیفہ ''اخوان الصفا'' کے ۵۱ فلسفیانہ رسائل ہیں۔ [۱]

[۱] ابوحیان توحیدی جو اخوان الصفاء کے مصنفین کا معاصر ہے، اس سے قفطی نے اخبار الحکماء میں نقل کیا ہے کہ یہ رسائل فلسفیوں اور حکماء کی پوری ایک جماعت کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ ہے، سید صاحب نے قفطی (اخبار الحکماء) شہرزدری (نزھۃ الارواح) اور حاجی خلیفہ (کشف الظنون) کے حوالے سے اخوان الصفاء کے مصنفین کی نامزدگی ان حکماء کے ناموں سے کی ہے، ابوسلیمان محمد بن معشر البسیتی، ابوالحسن علی بن ھارون زنجانی، ابواحمد مہرجانی، زید بن رفاعہ اور احمد بن عبداللہ (جیسا کہ اخوان الصفاء کے بمبئی سے مطبوعہ نسخے پر یہ نام ہے دیکھئے خیام حاشیہ ص ۳۴۱) امجد۔

رسائل اخوان الصفا اپنے عہد کی فری میسنری تحریک

یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں فلاسفہ وحکماء کا وہ طبقہ جس کے نظریات، ذوق ومزاج اور سوچ وفکر کا عکاس اخوان الصفاء کے رسائل ہیں، یہ عالمِ اسلام میں اپنے زمانے کی اس قسم کی تحریک تھی، جس طرح پچھلی صدی میں صیہونیوں نے فری میسن اور روٹری کلب جیسی ملحدانہ، مذہب بیزار اور طاغوت کی ہمنوا خفیہ تحریکیں کھڑی کیں، اور پوری دنیا میں بالعموم اور عالمِ اسلام میں بالخصوص ان کا جال بچھایا اور نیٹ ورک پھیلایا اور ہر ملک میں وہاں کے ایلیٹ کلاس کے مراعات یافتہ، اشرافیہ کو اس جال سے شکار کر کے دنیا کے سسٹم اور نظام کو اپنے قابو میں کیا اور عالمی پیمانے پر ایسا سکنجہ کسا کہ جہاں دین ومذہب، اخلاقی اقدار، مستحکم، فطری اصول وروایات سسک سسک کر دم توڑ بیٹھیں، یا زیادہ سے زیادہ شخصی زندگی میں ان کا کچھ عمل دخل رہے، اجتماعی نظام، ریاستی سسٹم اور معاشرتی وتمدنی زندگی میں ان کا کچھ عمل دخل نہ رہے، چنانچہ صیہونیوں کی برپا کردہ ان زیرِ زمین وخفیہ تحریکوں نے دجالی ہتھکنڈوں، بے تحاشا مادی وسائل، زن، زر، زمین، عہدہ ومنصب اور بلیک میلنگ وغیرہ کے زور پر حکمرانوں، صنعت کاروں، امراء ووزراء بیوروکریٹ، بینکاروں، سیاست دانوں، صحافیوں اور ادیبوں میں سے بہت لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسایا، اور اپنا ممبر ورکن بنایا، اور پھر اس فری میسنری نیٹ ورک کے ذریعے پورے پورے ملکوں، خطوں، سلطنتوں، ریاستوں، سوسائٹیوں اور معاشروں کو ہائی جیک کیا، اور اپنی پالیسیاں ان پر مسلط کیں، اگر دیکھا جائے تو آج عالمِ اسلام میں بالخصوص اور سارے عالم میں بالعموم خیر وشر اور حق وباطل کی کشمکش اسی تناظر میں ہو رہی ہے، کہ صیہونی وسامراجی طاقتیں دجال اکبر کی آمد سے پہلے اس کی خدائی کے لئے زمین ہموار کر رہی ہیں، ایک سپر گورنمنٹ جو صیہونی یہودیت کا دیرینہ خواب ہے، اس کے لئے سارے عالمی سسٹم کو شر کے ان علمبرداروں نے ہر قوم وملت کے بااختیار طبقات اور فیصلہ کن اتھارٹیوں کو اپنے قابو میں کر کے اپنے قبضے میں لے لیا، جبکہ عوامی سطح پر جگہ جگہ میں خیر کے علمبردار اس عالمی شر وشرارت اور دجل وشیطنت کے مختلف مظاہر کے خلاف برسرِ پیکار ہیں؛ اقبال نے شائد اسی تناظر میں کہا تھا:

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح وبدن پیش　　　تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اخوان الصفاء کی باطنی تحریک بھی اسی قسم کی باغیانہ تحریک تھی، جوامت کے ذہین ومؤثر طبقات کو روشن خیالی، سیکولر خیالات، اور فلسفیانہ وعقل پرستانہ نظریات کی آڑ میں شکار کر کے اسلام

میں نقب لگانا چاہتی تھی، اور عالمِ اسلام کو ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن، ایک ملت، ایک امت کی آسمانی بنیادوں سے ہٹا کر کسی اور راستے پر ڈالنا چاہتی تھی، لیکن کل اور آج میں فرق یہ ہے کہ اس وقت اسلامی معاشرے کی داخلی قوت، ایمانی حسن اور روایات واقدار کا استحکام اس درجے کا تھا کہ اس طرح کی سب ملحدانہ ومادہ پرستانہ اور خداومذہب بیگانہ تحریکات کا طوفان بے تمیزی اسلامیت کی مضبوط چٹان سے سر پٹخ پٹخ کر گزرتا رہا، اور بے نیل ومرام ہوتا رہا، لیکن آج ایسا نہیں ہے۔

اخوان الصفا کے متعلق ہمارا یہ تبصرہ ''رسائلِ اخوان الصفا'' کے اس اقتباس سے سمجھ میں آتا ہے۔

''ان لنا اخوانا واصدقاء من کرام الناس وفضلائهم متفرقين في البلاد، فمنهم طائفة من اولاد الملوک، والامراء والوزراء والعمال والكتّاب ومنهم طائفة من اولاد الاشراف والدهاقين، والتجار والتناء ومنهم طائفة من اولاد العلماء والأدباء والفقهاء وحملة الدين، ومنهم طائفة من اولاد الصناع والمتصرفين وامناع الناس (اخوان الصفا، ج۴، ص۲۰۷، بحواله خيام، ص ۳۲۲)

ترجمہ: ہمارے بہت سے بھائی اور دوست ہیں (فلسفیانہ نظریات کے حامل) جو شریف اور فاضل لوگ ہیں، یہ شہروں میں پھیلے ہیں، ان میں کچھ شہزادے، نواب زادے، اور وزیر زادے ہیں، سرکاری عہدیدار اور اہل دفتر (بیوروکریٹ) ہیں، اور کچھ خاندانی لوگ (اونچی ذات والے، امیروں کی اولادیں) اور زمین داروں (جاگیردار) اور سوداگروں (تاجر وصنعت کار) میں سے ہیں، کچھ علماء، ادباء، فقہاء، اور حاملین مذہب (شاعر، صحافی، ادیب، پروفیسر، سکالر، دکتور اور سرکاری، درباری علماء) کی اولادیں ہیں، کچھ اہلِ ہنر (آرٹسٹ، مختلف پیشوں کے ماہرین) کی اولادیں ہیں۔

حکماء وفلاسفہ اور حلقہ بگوشانِ اسکندریہ ویونان کا یہ گروہ جن کا ایک منظّم وخفیہ نیٹ ورک اپنے زمانے میں، انڈر گراؤنڈ ایک جال کی مانند پورے عالمِ اسلام میں پھیلا ہوا تھا، اور رسائل اخوان الصفاء کا مجموعہ جن کا آئین ودستور، اور منشور وقانون تھا، ان کے بنیادی تصورات ونظریات کو اگر ہم رسائل اخوان الصفاء کے اقتباسات پیش کر کے واضح کریں، تو بات لمبی ہو جائے گی، خلاصہ ان کے نظریات کا یہ ہے کہ یہ فلاسفہ

وحکماء، شریعتِ محمدی کی تعلیمات اور قرآن وسنت کی روشنی کو حتمی اور حرفِ آخر نہیں سمجھتے تھے (جبکہ اسلام کا مطالبہ یہی ہے کہ اس دین کو اول وآخر ہدایت ونجات کا سرچشمہ سمجھا جائے، اور زندگی کے ہر شعبے میں صرف اور صرف اسی وحی الٰہی سے رہنمائی لی جائے، جو محمد عربی پر نازل ہوئی، اور قرآن وسنت میں محفوظ ہے، اور فقہاء اسلام نے جس کی تشریحات کی ہیں) بلکہ وہ کہتے تھے کہ ہم نہ تو غیر مسلم فلاسفروں کی طرح صرف فلسفے پر اکتفاء کرتے ہیں، اور نہ مذہبی علماء اور جمہور امت کی طرح صرف شریعتِ محمدی پر اکتفاء کرتے ہیں، بلکہ ہم فلاسفہ کے فلسفے اور انبیاء کی تعلیمات دونوں کو یکساں ہدایت کا سرچشمہ سمجھتے ہیں، اور پیغمبر اور فلاسفہ ہمارے نزدیک ایک ہی اصل کی دو شاخیں ہیں، اس لئے ہم دونوں میں تطبیق وموافقت کر کے اپنا راستہ متعین کرتے ہیں (انتہیٰ)

مجھے اس وقت ان کے اس اصول پر کوئی لمبا چوڑا تبصرہ نہیں کرنا، کہ مبادا بات لمبی ہو جائے گی، ورنہ بندہ واضح کرتا کہ یہ ایک ملحدانہ اصول، دین میں تحریف، الحاد اور قرآن کے بیسیوں قطعی احکام سے تاویل نما انکار کا کتنا بڑا پھاٹک کھولتا ہے؟ اور پھر ان فلاسفہ نے اپنے اس اصول کی رو سے گمراہی کی کن کن وادیوں میں ٹھوکریں کھائی ہیں، اور امت کے ہزاروں لاکھوں لائق فائق فرزندوں کو گمراہی کی کیسی کیسی دلدلوں میں گھسیٹا ہے؟ اس کے علاوہ ان کے اصولوں میں افلاک اور عقول عشرہ اور نفوس ونجوم کے مباحث اور ان کی ایسی تاثیرات کا ذکر ہے، جس سے کم از کم توحید خالص پر اعتقاد باقی نہیں رہتا، اور نہ ہی خالق ومخلوق اور قدیم وحادث کے متعلق ان تعلیمات کی کوئی وقعت وصداقت باقی رہتی ہے، جو قرآن وحدیث نے پیش کی ہیں۔

اب آیئے ذرا خیام کی طرف، قفطی کی اخبار الحکماء میں اس کا تعارف بایں الفاظ ہے:

امام خراسان، وعلامة الزمان، یعلم یونان، ویحثّ علیٰ طلب واحد الدیان، بتطهیر الحرکات البدنیة، لتنزیه النفس الانسانیه ویامر بالتزام السیاسة المدنیة حسب القواعد الیونانیة (اخبار الحکماء ص ۲۲۴، بحواله خیام، ص ۳۲۸)

ترجمہ: خراسان کا امام، اپنے زمانے کا علامہ، یونان کے علوم کا عالم، اور واحد ذات (اللہ) کی طلب پر ابھارنے والا جسم انسانی سے صادر ہونے والے پاکیزہ اعمال کے ذریعے سے، تاکہ انسانی نفس پاکیزگی (تقدس وعظمت) حاصل کرے، اور نیز وہ یونانی فلسفے کے اصولوں کے مطابق اجتماعی وتمدنی زندگی کے نظام کو اختیار کرنے کا حکم دیتا تھا۔

اس مختصر سی عبارت سے تین امور پر روشنی پڑتی ہے:

۱۔ فلسفیانہ تصوف فلاسفہ کے ایک گروہ (یعنی اشراقی ورواقی گروہ حکماء، اسکندریہ کے نوافلاطونی حکماء) کا مشرب اور طریقہ رہا ہے جو دل کو اچھے اخلاق (تواضع، انکساری، صبر، شکر، قناعت، استغناء، دنیا سے بے رغبتی کے قلبی ملکات) اور بدن کو اچھے اعمال اور زبان کو اچھے گفتار سے آراستہ ومزین کر کے اس کے ذریعہ نفس انسانی کی ترقی، تقدس، اور علم ومعرفت حاصل ہونے کا قائل تھا، اوراس طریقہ پر نفوس کا تزکیہ کرنے پر یہ طبقہ حکماءِ اشراق زور دیتا تھا، بغیر اس کے کہ وقت کے رسول پر ایمان اوراس کی تعلیمات کو روحانی ترقی اور خدا تعالیٰ تک تقرب کے لیے واسطہ بنایا جائے، یہیں سے اسلامی تصوف یعنی سلوک واحسان سے اس فلسفیانہ تصوف کے راستے الگ ہوجاتے ہیں، کیونکہ اسلامی تصوف قرآن وسنت سے ناشی ہے۔

۲۔ خیام اس اشرقی فلسفے کی تعلیمات پر عمل پیرا اوراسی فلسفیانہ تصوف کا حامل تھا۔

۳۔ خیام کے جس ذوق ومزاج اور انداز فکر ونظر کا اس مذکورہ عبارت میں ذکر ہے، یہ وہی انداز ہے، جس کا نقشہ رسائل اخوان الصفاء میں ملتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ خیام کے زمانے اوراس کے احوال کے اس پسِ منظر کے بعد خیام کے جبر وقدر، فلسفۂ اخلاق، اورایک شدید قسم کی ''لا ادریت'' کے متعلق اشعار سے کوئی تعجب نہ ہوگا، اور شراب میں اس کی غیر معمولی دلچسپی اوراس کی تعریف وتوصیف بھی کوئی اچھنبے کی چیز نہ رہے گی۔

بقول غالب:

شراب سے غرضِ نشاط ہے کس روسیاہ کو　　　ایک گنہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

تو خیام بھی مستی کی بجائے بے خودی کے لئے شراب پینے کا قائل تھا، بلکہ شراب سے متعلق اس کی رباعیات میں اس کی رندی وبے خودی، اس کا استغراق وجذب اوراس کی شاعری کا کمال اپنے بھرپور عروج پر ہے، بشرطیکہ ان تمام رباعیات کی بے چارے خیام کی طرف نسبتِ صحیح اور فی الواقعہ ثابت بھی ہو، کیونکہ شرابی خیام کی بہت کچھ خمریہ شاعری کی نسبت اس کی طرف مشکوک ومشتبہ ہے، بقول سید صاحب کے کہ ''پچھلی صدیوں میں یارلوگوں کو شراب کے متعلق جو بھی گرم اور مؤثر رباعی ملی، بلا دریغ اس کو خیام کے سر منڈھ دیا، اوراس کے نامۂ اعمال میں درج کردیا۔ (جاری ہے)

تذکرۂ اولیاء (حکایات از روض الریاحین شیخ یافعی رحمہ اللہ۔قسط:۵) مفتی محمد امجد حسین

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

سلیمان بن عبدالملک ؂۱ نے ابوحازم رحمہ اللہ سے پوچھا، ابوحازم! کیا وجہ ہے، ہمیں موت سے وحشت اور ناگواری ہوتی ہے؟ ابوحازم ؂۲ نے جواب دیا، اس لئے کہ تم نے اپنی دنیا کو آباد کیا ہے، اور آخرت کو ویران کیا ہے، تو آبادی سے ویرانے کی طرف جانا آدمی کہاں پسند کرتا ہے؟

؂۱ سلیمان بن عبدالملک ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، ۱۰ صفر ۹۹ھ کو ۴۵ سال کی عمر میں مرج وابق (قنسرین) میں فوت ہوئے، زمانہ خلافت جمادی الاخریٰ ۹۶ھ تا صفر ۹۹ھ، ۲ سال ۸ مہینے ہے، اپنے بھائی ولید بن عبدالملک کے بعد خلیفہ بنے، ان کے والد عبدالملک (زمانہ خلافت ۶۵ھ تا ۸۶ھ ۲۱ سال) بنوامیہ کے سب سے اولوالعزم خلیفہ تھے، جو اپنے باپ مروان بن حکم کے بعد خلیفہ بنے، مروان (سانحۂ کربلا کے ذمہ دار) کے بعد خلیفہ بنے تھے۔ حجاج بن یوسف ثقفی عبدالملک ہی کا منہ چڑھا گورنرِ عراقین تھا، عبدالملک کے بعد یکے بعد دیگرے اس کے چار بیٹے ولید، سلیمان، یزید اور ہشام خلیفہ بنے، سلیمان کے بعد اور یزید سے پہلے عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ خلافت ہے، جو عبدالملک کے بھتیجے ہیں، اور جن کا زمانہ خلافت، خلافت راشدہ کا نمونہ تھا، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلافت کا زمانہ صفر ۹۹ھ تا رجب ۱۰۱ھ ڈھائی سال کا عرصہ ہے۔ سلیمان کی خلافت کا آخری دور عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین مقرر کرنے سے روشن ہے، یہ درحقیقت سلیمان کا امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان تھا کہ اللہ نے اُسے توفیق دی کہ وہ اپنے بیٹے یا بھائی کی بجائے اپنے چچیرے نیک سیرت، عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ نامزد کر گئے، جس سے بنوامیہ کے جابرانہ اور استحصالی دور کے بعد خلافت راشدہ کا عہد پھر دنیائے اسلام میں زندہ ہو گیا، لیکن سلیمان کا شروع کا عہد اسلام کو نقصان پہنچانے کے داغوں سے داغدار بھی ہے، کیونکہ محمد بن قاسم ثقفی (فاتح سندھ، وملتان اور حجاج بن یوسف کا بھتیجا) قتیبہ بن مسلم (فاتح خراسان، افغانستان اور وسطی ایشیا) اور موسیٰ بن نصیر (گورنر افریقہ وفاتح اندلس اور اندلس کی فتوحات کے سپہ سالار طارق بن زیاد کا مربی اور آقا) کا قتل، معزولی اور تعزیر وسزا سلیمان کے سیاہ کارنامے ہیں، محض ذاتیات کی وجہ سے اسلام کے ان تین عظیم سپوتوں میں سے کسی کو مقتول، کسی کو معزول کر کے، اسلام کے فتوحات کے سیلاب کے آگے بند باندھنا مسلمانوں کی بدقسمتی اور سلیمان کا ڈھیٹ پن ہی کہلایا جا سکتا ہے۔ امجد

؂۲ ابوحازم سلمہ بن دینار المدینی المخزومی، عظیم محدث اور صوفی باصفا ہیں، حکمت ودانائی کی باتیں اور زہد وتصوف کے نکات ان کے منہ سے پھولوں کی طرح جھڑتے تھے، ثقہ راوی ہیں، تابعین میں سے ہیں، رواۃ کے بارہ طبقوں میں سے یہ پانچویں طبقہ کے ہیں، (الطبقۃ الصغریٰ من التابعین) پانچویں طبقہ میں وہ محدث تابعین آتے ہیں، جنہوں نے اکا دکا صحابہ کی زیارت کی ہو، اور ان سے روایت لی ہو، ابوحازم صحابہ میں سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، امام ترمذی نے ترمذی شریف میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے ابوحازم کی درج ذیل روایت نقل کی ہے۔

أخبرنا عبد الحافظ بن بدران، ویوسف بن أحمد، قالا: أنبأنا موسی بن عبد القادر، أنبأنا سعید بن أحمد، أنبأنا علی بن أحمد، أنبأنا محمد بن عبد الرحمن الذهبی، حدثنا عبد الله بن محمد، حدثنا خلف بن هشام، حدثنا العطاف بن خالد، حدثنا أبو حازم، عن سهل بن سعد: سمعت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سلیمان نے کہا: واقعی ایسا ہی ہے، پھر سلیمان نے حسرت بھرے لہجے میں کہا، کاش! مجھے معلوم ہوتا، کل میرا خدا کے یہاں کیا حال (کیا انجام، کیا ٹھکانہ) ہوگا؟ ابوحازم نے فرمایا، اپنا عمل اللہ کی کتاب (قرآن پاک) پر پیش کر، تجھے اپنا کل کا حال معلوم ہو جائے گا۔ سلیمان نے کہا، کتاب اللہ میں یہ بات (کہ آدمی کل قیامت کو کس حال اور کس کیٹیگری میں ہوگا) کہاں ملے گی؟ ابوحازم نے فرمایا، (مثلاً) اس آیت میں:

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ. وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ (سورة الانفطار، آیت نمبر ۱۳، و ۱۴)

یقیناً نیکوکار جنت میں ہوں گے، اور بدکار و نافرمان جہنم میں ہوں گے۔

سلیمان نے کہا، پھر اللہ کی (وسیع) رحمت کہاں گئی؟ (جس کے طفیل بے شمار گناہ گار و مجرمین بھی معافی پا کر داخل جنت ہوں گے) ابوحازم نے فرمایا:

إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (سورة الاعراف، آیت نمبر ۵۶)

اللہ کی رحمت مخلص نیکوکاروں کے قریب ہے۔

پھر سلیمان کہنے لگا، کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ اللہ کے سامنے پیشی کس طرح ہوگی؟ جواب ملا کہ نیک اس طرح پیش ہوں گے، جیسے مسافر (سفر اور اس کی مشقتوں سے) لوٹ کر اپنے گھر خوشی خوشی آتا ہے، اور بدکار اس طرح پیش ہوں گے، جیسے کوئی مفرور مجرم، بھاگا ہوا غلام (گرفتار ہو کر دوبارہ) اپنے مالک کے سامنے حسرت، دہشت اور خوف کے ساتھ لاکھڑا کیا گیا ہو۔ یہ سن کر سلیمان رونے لگے، پھر ابوحازم سے سوال کیا، آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ فرمایا، جب نماز کا وقت قریب ہوتا ہے، تو جملہ فرائض اور سنن کی رعایت کے ساتھ وضو کرتا ہوں، پھر قبلہ رخ ہو کر بیت اللہ شریف کو اپنے سامنے، جنت کو اپنے دائیں، دوزخ کو اپنے بائیں، پل صراط کو اپنے پاؤں تلے، اور اللہ پاک کو اپنے اوپر دیکھنے والا اور خبردار تصور کر کے نماز شروع کرتا ہوں، ہر نماز شروع کرتے وقت دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے، اس کے بعد شائد مجھے نماز پڑھنا میسّر نہ آئے (موت کا ہر وقت استحضار رکھنا مؤمن کی شان ہے، موت کے وقت کا علم تو نہیں کسی بھی وقت آسکتی ہے، زندگی کے ایک لمحے کی ضمانت نہیں) پھر تعظیم، ادب و احترام کے ساتھ اللہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول :(غدوة فى سبيل الله، أو روحة فى سبيل الله، خير من الدنيا وما فيها، وموضع سوط فى الجنة، خير من الدنيا وما فيها (سير اعلام النبلاء، ج ٦، ص ١٠٢)

ان کے حالات وارشادات کے لئے دیکھیں: حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، مترجم اردو ج ۲، حصہ ۳، ص ۲۱۷، سیر اعلام النبلاء، ج ۶، ص ۹۶، تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۷۶، تہذیب الکمال، ۱۱/۲۶۴؛ تہذیب التہذیب ۴/۱۴۱۔

اکبر (تکبیرِ تحریمہ) کہتا ہوں، تفکر اور دھیان کے ساتھ قرائت کرتا ہوں، ذلت کے ساتھ رکوع اور عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں، اور تکمیل واتمام کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں، پھر اس خوف واندیشے کے ساتھ جائے نماز سے جدا ہوتا ہوں کہ نہ معلوم میری یہ نماز شرفِ قبولیت پالے گی (یعنی اس بڑے بادشاہ کے دربار میں) یا میرے منہ پر ماردی جائے گی، پوچھا کب سے تم ایسی (جاندار وشاندار، قابلِ رشک) نماز پڑھتے ہو؟ فرمایا چالیس سال سے، بادشاہ نے کہا کاش! مجھے زندگی میں ایک ہی ایسی نماز پڑھنے کی توفیق ہوجائے، تو نجات کے لئے اسے کافی سمجھوں۔

فائدہ: اولیاء اللہ کے بادشاہوں اور وقت کے جابر وقاہر لوگوں کے ساتھ اس طرح کے واقعات ان بزرگوں کی طرف سے ان بادشاہوں کی اصلاح وتبلیغ کا حصہ تھا، اس سے بڑے بڑوں کی اصلاح ہوئی ہے، حتیٰ کہ ابراہیم ادہم [1] بلخ کے بادشاہ ایسے ہی ایک واقعہ کے نتیجہ میں دل پر ایسی چوٹ کھا گئے کہ تاج وتخت، عزت وجا، شان وشوکت، ٹھاٹھ باٹھ سب چھوڑ چھاڑ کر درویشی کی راہ پہ نکل کھڑے ہوئے اور پھر زمانے نے دیکھا کہ ابراہیم ادہم خیارامت اور اولیاء ملت کے سرخیل بنے۔

اس قسم کی مصلحتوں سے ہٹ کر یہ اللہ والے تو اتنے گمنام رہتے، اور اپنے آپ کو مٹا کر اور اپنے اعمال کو چھپا کر رکھتے تھے کہ شائد بہت کچھ ان کے احوال میں سے فرشتوں سے بھی پوشیدہ رہتے ہوں، بقول عارف رومی: ع درمیان عاشق ومعشوق رمزے است   کہ کراماً کاتبین راہم خبرے نیست

یا بقول حافظ شیرازی: ع

مصلحت نیست کہ زپردہ بیروں افتد راز   ورنہ در مجلسِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

---

[1] سلطان ابراہیم بن ادہم بن منصور علیہ الرحمہ بلخ کے بادشاہ تھے، سلطانی سے درویشی تک پہنچنے کا واقعہ عجیب ہے، اور عام طور پر تواریخ وسوانح میں مذکور ہے، تاریخ مشائخ چشت اور تذکرۂ اولیاء (شیخ عطار کی) کے مطابق آپ ایک دفعہ دربار لگائے شاہانہ شان کے ساتھ جلوہ افروز تھے، کہ ایک شخص نہایت بارعب دربار میں آن وارد ہوئے، کسی کو جرات اس سے روک ٹوک کی نہ ہوئی، بادشاہ کے پاس پہنچا، آپ نے پوچھا کہ کون ہو؟ جواب ملا مسافر ہوں، سرائے تلاش کر رہا ہوں (تاکہ بسیرا کرلوں) بادشاہ یعنی آپ نے جواب دیا کہ یہ سرائے (مسافرخانہ) نہیں، میرا محل ہے، مسافر نے پوچھا کہ آپ سے پہلے کون تھا، آپ نے جواب دیا، سابق بادشاہ، پوچھا اس سے پہلے؟ کہا، اس سے سابق والا بادشاہ، غرضیکہ اسی طرح سوال جواب ہوتا رہا، تو اس مسافر نے کہا کہ پھر تو یہ مسافر خانہ ہی ہوا؛ جہاں کسی کو قرار نہیں، جو بھی آیا، ایک دن گیا، اس واقعہ کا آپ پر گہرا اثر ہوا، اور خدا طلبی کی جستجو شروع ہوگئی، اسی دوران رات کو اس قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہوا۔ نتیجۃً آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خلوت وعبادت میں لگ گئے، جنگل وبیابان میں جاکر گمنام وروپوش ہوگئے، عرصے تک مجاہدات اور عبادات وریاضات کرتے رہے، پھر اشارہ غیبی کے تحت مکہ معظّمہ تشریف لے گئے، خواجہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے بیعت وخلافت پائی، بعد میں بھی امراء ووزراء بلخ کی سلطنت پر واپس متمکن ہونے پر اصرار کرتے رہے، مگر آپ نے قبول نہ فرمایا، آپ کی وفات حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق ۱۶۲ھ میں ہوئی، جبکہ علامہ سمعانی کی تحقیق ۱۶۱ھ کی ہے (تاریخ مشائخ چشت)

پیارے بچو!   مولانا محمد ناصر

عقل مند شاگرد

پیارے بچو! بہت سال پہلے کی بات ہے کہ کسی ملک میں ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ رہتے تھے، جن کا نام جنید تھا، لوگ انہیں حضرت جنید کہہ کر پکارتے تھے، حضرت جنید کے بہت سارے شاگرد تھے، اُن میں ایک شاگرد ایسا تھا جس کے ساتھ حضرت جنید بہت پیار کرتے تھے، اور اُس شاگرد کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

حضرت جنید کے دوسرے شاگردوں کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی، اس لئے انہوں نے ایک دن حضرت جنید سے یہ شکایت کی کہ آخر وہ بھی ہماری ہی طرح کا آپ کا شاگرد ہے، پھر آپ اس کے ساتھ ہم سے زیادہ اچھا سلوک کیوں کرتے ہیں؟

حضرت جنید نے جواب دیا کہ میرا وہ شاگرد ادب اور عقل میں تم سب سے آگے ہے، اس وجہ سے میں اپنے اُس شاگرد کو اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔

دوسرے شاگردوں کو استاد کی یہ بات سمجھ نہیں آئی، اور انہوں نے ناک منہ چڑھانا شروع کردی۔

حضرت جنید نے شاگردوں سے کہا کہ اگر تمہیں میری بات سمجھ نہیں آرہی، تو ایک دن تمہاری تسلی کے لئے تم سب کا امتحان ہوگا، پھر تمہیں سمجھ آئے گی کہ میں اپنے اس شاگرد سے زیادہ محبت کیوں کرتا ہوں۔

تھوڑے دِنوں بعد حضرت جنید نے اپنے سارے شاگردوں کو جمع کر کے انہیں ایک مرغی اور ایک چھری دیدی، اور کہا کہ جاؤ، ان مرغیوں کو ایسی جگہ ذبح کرو، جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔

سب شاگرد اپنی اپنی مرغی اور چھری لے کر چلے گئے، اور ایسی جگہ جا کر مرغیوں کو ذبح کردیا، جہاں کوئی آدمی نہ تھا، مگر وہ شاگرد جسے حضرت جنید بہت پیار کرتے تھے، زندہ مرغی لے کر واپس آ گیا۔

حضرت جنید نے غصہ کے لہجہ میں اس سے پوچھا کہ کیوں بھئی! تمہیں کوئی ایسی جگہ نہیں ملی، جہاں تمہیں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، تم نے اپنی مرغی کو ذبح کیوں نہیں کیا؟

شاگرد نے آہستہ آواز میں جواب دیا کہ حضرت! آپ نے فرمایا تھا کہ مرغیوں کو ایسی جگہ ذبح کرنا، جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، اور مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکی، جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، میں جس جگہ بھی گیا،

وہاں اللہ تعالیٰ موجود تھے، اس لئے مجبور ہو کر میں مرغی واپس لے آیا۔
اگر آپ ہمیں کہتے کہ مرغیوں کو ایسی جگہ ذبح کرنا، جہاں کوئی انسان دیکھنے والا نہ ہو، تو پھر میں بھی مرغی ذبح کر کے لے آتا۔
یہ سن کر حضرت جنید نے اپنے دوسرے شاگردوں سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا، یہ فرق ہے تمہارے اور میرے اس عقل مند شاگرد کے درمیان، جتنی عقل میرے اس شاگرد میں ہے، تم میں سے کسی میں نہیں، اسی وجہ سے میں اپنے اس شاگرد کو زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔
بچو! سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۸۸ ''حضرت یوسف علیہ السلام''﴾

بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ سب انتظامات اس لئے کئے کہ آئندہ بھی بھائیوں کے آنے کا سلسلہ جاری رہے، اور چھوٹے حقیقی بھائی سے ملاقات بھی ہو جائے۔ (جاری ہے............)

﴿صفحہ ۸۸ کا بقیہ حاشیہ﴾

بھی خبریں اِدھر اُدھر پہنچتی ہی رہتی ہیں، خصوصاً جب اللہ تعالیٰ نے عزت کے ساتھ جیل سے رہا فرمایا، اور ملکِ مصر کا اقتدار ہاتھ میں آیا، اس وقت تو خود چل کر والد کی خدمت میں حاضر ہونا سب سے پہلا کام ہونا چاہئے تھا، اور یہ کسی مصلحت کے خلاف ہوتا، تو کم از کم قاصد بھیج کر والد کو مطمئن کرنا تو معمولی بات تھی۔
لیکن حضرت یوسف علیہ السلام سے کہیں منقول نہیں کہ اس کا ارادہ بھی کیا ہو، اور خود کیا ارادہ کرتے، جب بھائی غلہ لینے کے لئے آئے، تو ان کو بھی اصل واقعہ کے اظہار کے بغیر رخصت کر دیا۔
اس کا مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو روک دیا تھا کہ اپنے گھر اپنے متعلق کوئی خبر نہ بھیجیں۔
اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، انسان ان کو نہیں سمجھ سکتا، یہاں بظاہر اس کی اصل حکمت امتحان کی تکمیل تھی، جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا لیا جا رہا تھا، اور یہی وجہ ہے کہ جب اس واقعہ کی ابتداء میں جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ یوسف کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا، بلکہ بھائیوں نے کوئی شرارت کی ہے، تو اس کا طبعی تقاضا یہ تھا کہ اسی وقت اس جگہ پر پہنچتے، تحقیق کرتے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا دھیان اس طرف جانے ہی نہ دیا۔

مسألة -إن قيل : كيف استجاز يوسف إدخال الحزن على أبيه بطلب أخيه؟ قيل له :عن هذا أربعة أجوبة :أحدها -يجوز أن يكون الله عز وجل أمره بذلك ابتلاء ليعقوب، ليعظم له الثواب، فاتبع أمره فيه .الثاني -يجوز أن يكون أراد بذلك أن ينبه يعقوب على حال يوسف عليهما السلام .الثالث -لتتضاعف المسرة ليعقوب برجوع ولديه عليه .الرابع -ليقدم سرور أخيه بالاجتماع معه قبل إخوته، لميل كان منه إليه، والأول أظهر .والله أعلم(تفسير القرطبى، ج ٩ ص ٢٢٢ ،سورة يوسف)

نکاح کی مبارک باد دینے کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو نکاح کی مبارک باد دیتے ہوئے یہ دعا دیتے تھے کہ:

بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، وَبَارَکَ عَلَیْکَ، وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ.

ترجمہ: اللہ آپ کے لئے برکت فرمائے اور آپ پر برکت نازل فرمائے، اور آپ دونوں (میاں بیوی) میں بھلائی کو جمع فرمائے (ابوداؤد، رقم الحدیث ۲۱۳۰، باب مایقول للمتزوج، مسند احمد، رقم الحدیث ۸۹۵۷؛ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۷۴۵)

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی مبارک باد دینے میں صرف ''بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ'' کے الفاظ بھی ثابت ہیں (بخاری، رقم الحدیث ۵۱۵۵، باب: کیف یدعی للمتزوج، نسائی، رقم الحدیث ۳۳۷۲، ابنِ ماجہ، رقم الحدیث ۱۹۰۷)

جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی مبارک باد دینے میں ''بَارَکَ اللّٰہُ عَلَیْکَ'' کے الفاظ ثابت ہیں (بخاری، رقم الحدیث ۶۳۸۷)

لہٰذا کسی کو نکاح کی مبارک دیتے ہوئے ''بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، وَبَارَکَ عَلَیْکَ، وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ'' کہنا زیادہ بہتر ہے، اور اگر کسی کو یہ پوری دعا یاد نہ ہو، تو صرف ''بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ'' یا ''بَارَکَ اللّٰہُ عَلَیْکَ'' کہہ دینا بھی احادیث سے ثابت ہے۔

Idaraghufran

نکاح اور ہمبستری کے وقت کی دعائیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی کسی عورت سے نکاح کرے یا کوئی غلام خریدے تو اُسے چاہئے کہ وہ یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے اس کی (ذات کی) بھلائی کا سوال کرتا ہوں، اور اُس بھلائی کا جس پر آپ نے اس کو پیدا کیا ہے (یعنی اچھے اخلاق وافعال) اور میں آپ کی پناہ حاصل کرتا ہوں، اس کی (ذات کی) بُرائی سے اور اس بُرائی سے جس پر آپ نے اسے پیدا کیا ہے (یعنی بُرے اخلاق وافعال) (ابوداؤد، باب فی جامع النکاح، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۱۰۰۲۱)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی آدمی نے اپنی گھر والی (یعنی بیوی) کے پاس (صحبت کے لئے) جانے کا ارادہ کیا، اور اُس نے یہ دعا پڑھ لی تو اگر اس وقت اُن کے لئے کوئی اولاد مقدر میں ہوئی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، وہ دعا یہ ہے کہ:

بِاسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا.

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچایئے اور آپ جو (اولاد) ہمیں عطا فرمائیں، اُسے بھی شیطان سے بچایئے (بخاری، رقم الحدیث ۳۹۶۷، مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

Idara Ghufran

بچوں کے لئے شیطان و بدنظری سے حفاظت اور برکت کی دعا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وُلِدَ لِیْ غُلامٌ، فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ، فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ، وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ (بخاری، رقم الحدیث ۵۴۶۷، باب تسمیة المولود)

ترجمہ: میرے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، جسے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا ابراہیم نام رکھا اور کھجور کے ساتھ اُسے گھٹی دی، اور اُس کے لئے برکت کی دعا فرمائی (بخاری، رقم الحدیث ۵۴۶۷، باب تسمیة المولود)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ پیدا ہونے کے موقعہ پر اُسے برکت کی دعا دینا اچھا عمل ہے، اور اس کے لئے ''بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ'' یا ''بَارَکَ عَلَیْکَ'' کے الفاظ بولے جاسکتے ہیں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لئے یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لاَمَّةٍ.

ترجمہ: میں ہر شیطان اور ہر حیوان اور ہر نقصان دینے والی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعہ پناہ طلب کرتا ہوں (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ترمذی)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے والد (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام) بھی اسماعیل و اسحاق (علیہما السلام) کے لئے ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے تھے۔

Idara Ghufran

کسی مسلمان بھائی کو خوش حالی میں دیکھ کر برکت کی دعا دینا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ غسل کر رہے تھے کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا اُن کے پاس سے گزر ہوا، تو عامر بن ربیعہ نے کہا کہ میں نے تو آج کے دن کی طرح کسی پردہ نشین (عورت) کی کھال بھی نہیں دیکھی۔ تو یہ کہتے ہی گویا کہ سہل کو گرا دیا گیا (یعنی ان کو عامر کی نظر لگ گئی اور وہ فوراً غشی کھا کر گر پڑے) پھر سہل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ جلدی سہل کو دیکھئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا کس آدمی کے بارے میں گمان ہے (جس کی سہل کو نظر لگی ہے)؟ لوگوں نے عرض کیا کہ عامر بن ربیعہ (کے بارے میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں مار ڈالنا چاہتا ہے؟ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پاس پسندیدہ چیز دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے بھائی کے لئے اُس چیز میں برکت کی دعا کرے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا، اور عامر کو حکم دیا کہ وہ اپنے (جسم کے) اعضاء دھوئیں، چنانچہ عامر نے (ایک برتن میں) اپنا چہرہ اور کلائیوں سمیت اپنے بازو، اور اپنے دونوں گھٹنے، اور اپنی شلوار (یعنی ناف) سے نیچے کا حصہ دھویا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ یہ پانی سہل پر ڈالو (ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۵۰۹، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۹۸۰)

في حاشية مسند احمد: حديث صحيح

مسند احمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ایک آدمی نے حضرت سہل کے سَر، اُن کے پیچھے کی طرف سے اُن کی پیٹھ (یعنی کمر) پر پانی ڈالا اور پانی کا برتن اُلٹا کر دیا، مذکورہ عمل کرنے سے حضرت سہل رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے اس طرح اچھے ہو گئے، کہ جیسے اُنہیں کوئی تکلیف نہ تھی۔

Idara Ghufran

بزمِ خواتین مفتی محمد یونس

⌘ عدت کے احکام (دسویں و آخری قسط)

معزز خواتین! معتدہ خواتین کے لیے ایک پابندی یہ بھی ہوتی ہے کہ دورانِ عدت دوسری جگہ نکاح ان کے لیے شرعاً جائز نہیں ہوتا، خواہ عدتِ وفات میں ہوں یا عدتِ طلاق میں اس سلسلے میں حدیث ملاحظہ ہو:

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ :أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ، فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ، فَأَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ

(رواه البخاری، کتاب الطلاق، باب اولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن)

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ حضرت سبیعہ اسلمیہ کے ہاں ان کے شوہر کی وفات کے چند دن بعد بچہ پیدا ہوا، تو وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور نکاح کرنے کی اجازت طلب کی، تو آپ ﷺ نے انہیں (نکاح کی) اجازت عنایت فرما دی سو انہوں نے نکاح کرلیا (صحیح بخاری)

تشریح...... حضرت مسور بن مخرمہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے، یہ ہجرت کے دو سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، اور آنحضرت ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر تقریباً آٹھ (۸) سال تھی، ان کا انتقال ربیع الاول ۶۴ھ میں ہوا۔ [۱]

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی وفات کے وقت امید سے ہو یعنی حاملہ ہو تو اس کی عدت بچہ پیدا ہوتے ہی ختم ہو جائے گی، اگرچہ خاوند کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد ہی بچہ

---

[۱] المسور بن مخرمه هو المسور بن مخرمه یکنی ابا عبد الرحمن القرشی، وهو ابن اخت عبد الرحمن بن عوف، ولد بمکة بعد الهجرة بسنتین، وقدم به الی المدینة فی ذی الحجة سنة ثمان و قبض النبی ﷺ وله ثمانی سنین و سمع منه و حفظ عنه و کان فقیها من اهل الفضل والدین لم یزل بالمدینة الی ان قتل عثمان، وانتقل الی مکة فلم یزل بها حتی مات معاویة و کره بیعة یزید، فلم یزل مقیما بمکة الی ان بعث یزید عسکره و حاصر مکةوبها ابن الزبیر فاصاب المسور حجر من حجارة المنجنیق و هو یصلی فی الحجر فقتله و ذلک فی مستهل ربیع الاول سنة اربع و ستین، روی عنه خلق کثیر، المسور بکسر المیم و سکون السین المهملة و فتح الواو و مخرمة بفتح المیم و سکون الخاء المعجمة و فتح الراء (ماخوذ من اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰة شیخ ولی الدین ابی عبد الله محمد بن عبد الله الخطیب رحمهم الله تعالیٰ ملحق بمشکوٰة المصابیح ص٦١٢)

پیدا ہو جائے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عدت ختم ہوتے ہی بیوہ عورت کو شرعی اصولوں کے مطابق دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ [۱]

اور جو عورت خاوند کی وفات کے وقت امید سے نہ ہو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہوتی ہے اور اس مدت کے دوران اسے نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا، بلکہ اس دوران صراحتاً پیغامِ نکاح بھی نہیں دینا چاہیے، اور جب چار مہینے دس دن کی عدت کا زمانہ ختم ہوگا تب اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہوگا۔

عدت سے متعلق غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ

(۱)......بعض خواتین عدت کے زمانے میں اپنے لیے کوئی خاص پابندی ضروری نہیں سمجھتیں اور وہ دورانِ عدت بھی عام معمول وعادت کے مطابق گھر سے باہر آنا جانا، بناؤ سنگھار وغیرہ برقرار رکھتی ہیں، حالانکہ خواتین کے لیے چند خاص خاص احکام ایسے ہیں جن کی زمانۂ عدت میں تو پابندی ہے، زمانۂ عدت کے علاوہ ان کی پابندی نہیں ہوتی، ان احکام کا علم حاصل کرنا اور پھر دورانِ عدت ان کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

(۲)......بعض خواتین کو اتنا اجمالی علم تو ہوتا ہے کہ دورانِ عدت کچھ خاص پابندیاں ہوتی ہیں، لیکن انہیں ان پابندیوں کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی، اور وہ تفصیل معلوم کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتیں، حالانکہ شرعی احکام کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

(۳)......بعض خواتین کو شرعی احکام کا ٹھیک ٹھیک علم نہیں ہوتا بلکہ محض سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر وہ اپنے آپ کو چند باتوں کا پابند سمجھ لیتی ہیں اور انہی کو شرعی پابندیاں سمجھتی ہیں، جس کا نتیجہ بعض اوقات تو یوں نکلتا ہے کہ اس طرح کی خواتین ایسی چیزوں کا اپنے آپ کو پابند سمجھتی ہیں جو شرعاً ان پر لازم نہیں ہوتیں اور

---

[۱] (وعن المسور بن مخرمة) : مر ذكره (أن سبيعة) : بضم السين وفتح الموحدة هى بنت الحارث (الأسلمية) : نسبة إلى بنى أسلم (نفست) : يقال :بالضم إذا ولدت، وبالفتح إذا حاضت قال النووى :وهو بضم النون على المشهور، وفى لغة بفتحها وهما لغتان للولادة، فالمعنى أنها ولدت (بعد وفاة زوجها) : أى: سعد بن خولة توفى عنها بمكة فى حجة الوداع، وكان قد شهد بدرا (بليال) : أى :قليلة (فجاءت النبى - صلى الله عليه وسلم -فاستأذنته أن تنكح) : بفتح التاء وكسر الكاف أى :تتزوج (فأذن لها، فنكحت) : بفتحات أى :فتزوجت، والحاصل أنها كانت حاملا حين مات زوجها، فولدت بعد موته بزمن يسير، فأذن لها رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فى النكاح، وهذا مجمع عليه لقوله تعالى -جل جلاله :-(وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن) (الطلاق4 :) قال بعض الشراح :يعنى إذا ولدت المرأة بعد وفاة الزوج، أو بعد الطلاق، فقد انقضت العدة وجاز لها التزوج بزوج آخر، وإن كان ولادتها بعد الطلاق أو الوفاة بلحظة .قال ابن الهمام :وفى الخلاصة :كل من حبلت فى عدتها فعدتها أن تضع حملها، والمتوفى عنها زوجها إذا حبلت بعد موت الزوج فعدتها بالأشهر ،رواه البخارى(مرقاة الفاتيح، ج۵ ص ۲۱۸۰، باب العدة)

بعض خواتین ایسی چیزوں کا ارتکاب بلا تکلف کرتی رہتی ہیں، جو شرعاً دورانِ عدت ان کے لیے ممنوع ہوتی ہیں، اور یہ دونوں پہلو غلط اور قابلِ اصلاح ہیں۔

(۴)......بعض خواتین کو دورانِ عدت لاگو ہونے والے شرعی احکام کا علم تو ہوتا ہے (خواہ کسی کتاب، مضمون وغیرہ کے پڑھنے سے علم ہوا ہو یا کسی عالم دین سے سننے سے علم حاصل ہوا ہو) مگر وہ عمل کرنے میں سستی اور کوتاہی کرتی ہیں، اور معمولی معمولی حیلے بہانے سے ان احکام کی خلاف ورزی کرتی رہتی ہیں۔

(۵)......بعض خواتین دورانِ عدت گھر میں ہی رہنے کا اپنے آپ کو پابند نہیں کرتیں، اور ذرا ذرا سے ایسے کاموں کے لیے گھر سے باہر نکلتی رہتی ہیں جن کی خاطر دورانِ عدت گھر سے نکلنا شرعاً جائز نہیں ہوتا، مثلاً سودا سلف لانے کے لیے یا کوئی چیز خریدنے کے لیے یا کسی اور کام کے لیے گھر سے باہر چلی جاتی ہیں، حالانکہ ان چیزوں کے لانے یا ان کاموں کے نمٹانے کا آسانی یا تھوڑی بہت مشقت اٹھا کر کوئی دوسرا انتظام کر لینا ممکن ہوتا ہے، اسی طرح بعض خواتین قریبی یا دور کے رشتہ دار یا پڑوسی، جاننے والے کی شادی بیاہ یا کسی اور تقریب میں شرکت کی غرض سے یا کسی کے فوت ہونے پر تعزیت اور اظہارِ افسوس کی غرض سے یا منہ دیکھنے کی غرض سے گھر سے باہر چلی جاتی ہیں، یاد رکھیے یہ شرعاً بالکل جائز نہیں۔

(۶)......بعض خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ دورانِ عدت باپردہ ہو کر اور چھپ چھپا کر کسی بھی غرض سے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے، حالانکہ یہ بھی غلط ہے، دورانِ عدت باپردہ ہو کر بھی بلا عذر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں۔

(۷)......بعض خواتین دورانِ عدت اپنے محرموں سے پردہ کو ضروری سمجھتی ہیں، اور عدت کے علاوہ غیر محرموں سے بھی پردہ کا اہتمام نہیں کرتیں، یہ دونوں باتیں ہی غلط ہیں۔

پردے کے احکام میں عدت میں ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جن مردوں سے پردہ کرنا شرعاً ضروری ہے ان سے پردہ کرنا دورانِ عدت بھی ضروری ہے، اور عدت کے علاوہ بھی، اور جن مردوں (یعنی شرعی محرموں) سے پردہ کرنا ضروری نہیں ہے ان سے دورانِ عدت محض عدت کی وجہ سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔

(۸)......بعض خواتین عدت کے دوران بناؤ سنگھار کی اشیاء بلا تکلف استعمال کرتی رہتی ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتیں کہ ایسا کرنا شرعاً گناہ ہے، حالانکہ عدت کے دوران تیل، کنگھی، سرمہ، دنداسہ، سرخی مہندی، پاؤڈر کریم اور بھڑکدار پرکشش لباس پہننا اور آرائش وزیبائش کی تمام اشیاء استعمال کرنا حرام ہے۔

(۹)......بہت سی خواتین عدت کے بعد دوسرا نکاح کرنے کو عیب سمجھتی ہیں، اور جو خاتون شوہر کے فوت ہونے پر

عدتِ وفات گزار کر دوسرا نکاح کرلے، اسے خوب لعن طعن اور ملامت کرتی ہیں، اور اس کا برائی سے ذکر کرتی ہیں۔

یاد رکھیں! عدت کے بعد دوسرے نکاح کو عیب سمجھنا سخت گناہ ہے، اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی اکثر ازواجِ مطہرات بیوہ تھیں۔ سوچئے! اگر بیوہ خاتون سے اس کی عدتِ وفات کے بعد نکاح کرنا برا ہوتا تو حضور اقدس ﷺ ایسا کیوں فرماتے؟ اور یہ بھی خیال کریں کہ بیوہ کے دوسرے نکاح کو عیب سمجھنے کا اثر کہاں تک پہنچ جاتا ہے؟ گویا حضور ﷺ اور آپ کی ازواجِ مطہرات تک اس عیب کا اثر پہنچ جاتا ہے۔

توبہ توبہ اللہ ایسی جہالت سے بچائے۔ آمین۔

اس کا عیب ہونا یہاں تک دلوں میں بیٹھا ہوا ہے کہ اگر کوئی خاتون جوانی میں بیوہ ہوجائے تب بھی اس کے نکاح کو برا سمجھا جاتا ہے، اسی طرح بعض بیوہ عورتیں دوسرا نکاح کرنا بھی چاہتی ہیں تو خاندان کے لوگ اسے عار دلاتے ہیں، اور روکنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، یہ سخت گناہ اور حرام ہے۔

ہاں اگر کوئی خاتون بڑھاپے میں بیوہ ہوئی ہو اور اسے نکاح کا تقاضہ نہ ہو، نیز اس کے کھانے، پینے، رہنے، سہنے کے اخراجات کا انتظام بھی ہو، اور اس وجہ سے دوسرا نکاح نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں، لیکن دوسرے نکاح کو برا پھر بھی نہ سمجھے۔ اسی طرح جو بیوہ اس خوف سے کہ بچے ضائع ہوجائیں گے، یا اس وجہ سے کہ کوئی اسے قبول نہیں کرتا، دوسرا نکاح نہ کرے تو وہ معذور ہے (ملاحظہ ہو "احکام میت تخریج شدہ ایڈیشن ص ۲۵۰ تا ص ۲۵۱، واصلاح انقلاب امت از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

(۱۰)......عدت کی مدت ختم ہونے پر عورت کا گھر سے باہر نکلنا ضروری نہیں، بلکہ جونہی عدت کے آخری دن وہ وقت آجائے جس وقت اس کا شوہر فوت ہوا تھا تو عدت کی پابندیاں اور عدت کے خاص احکام خود بخود ختم ہوجائیں گے۔ فقط واللہ الموفق۔

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

فرض نماز کھڑی ہونے کے وقت سنت ونفل نماز پڑھنا

سوال

فرض نماز کھڑی ہونے کے وقت سنت ونوافل میں مشغول ہونے کا کیا حکم ہے، اوراس بارے میں فجر کی سنتوں اور دوسری سنتوں میں کوئی فرق ہے یانہیں، نیز کسی نے پہلے سے سنت یانفل نماز کی نیت باندھی ہوئی ہے، اور پھر نماز کھڑی ہوجائے تواس کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب

فرض نماز کا درجہ سنت اور نفل نمازوں سے زیادہ ہے، اس لئے اصولی طور پر احادیث میں فرض نماز کے کھڑی ہونے کے بعد سنت اور نفل نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے، اس لئے فرض نماز کھڑی ہونے کے بعد سنت ونفل نمازنہیں پڑھنی چاہئے، البتہ فجر کی سنتوں کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے، اس لئے بعض شرائط کے ساتھ ان کوعلیحدہ مقام پر پڑھنے کا بعض فقہائے کرام نے حکم فرمایا ہے۔

پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں، جس کے بعد فقہائے کرام کے اقوال اور چند متعلقہ مسائل ذکر کیے جائیں گے، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ (مسلم، رقم الحدیث ۶۳''۷۱۰''، باب کراھۃ الشروع فی نافلۃ بعد شروع المؤذن)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کھڑی ہوجائے، تو کوئی نمازنہیں ہے سوائے فرض کے (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأٰى نَاسًا يُصَلُّوْنَ

رَكْعَتَيْنِ بِالْعَجَلَةِ، فَقَالَ: أَصَلَاتَانِ مَعًا ، فَنَهٰى أَنْ يُّصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ (صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۱۱۲۶) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کھڑی ہونے کے وقت تشریف لائے، تو آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا، جو جلدی جلدی دو رکعتیں پڑھ رہے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ کیا دو نمازیں ایک وقت میں؟ تو آپ نے مسجد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا، جبکہ نماز کھڑی ہو جائے (ابن خزیمہ)

حضرت ابنِ بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أُقِيْمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ، فَرَأٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّيْ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيْمُ، فَقَالَ: أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا؟ (مسلم، رقم الحديث ۱۱۷۱، واللفظ له، بخاری رقم الحديث ۶۶۳)

ترجمہ: فجر کی نماز کھڑی ہونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جبکہ مؤذن اقامت کہہ رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ فجر کی چار رکعتیں پڑھتے ہیں؟ (مسلم، بخاری)

اسی قسم کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بطور انکار کے فرمائی، اور آپ کا مطلب یہ تھا کہ فرض نماز شروع ہو جانے کے بعد اسی فرض نماز میں شامل ہونا چاہیے، اور جو شخص فرض نماز شروع ہونے کے بعد اس جگہ سنت ونوافل میں

---

[۱] قال الأعظمي: إسناده صحيح (تعليق ابن خزيمة)

[۲] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ، فَقَامَ رَجُلٌ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ، فَجَذَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبِهِ، فَقَالَ " : أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا ؟ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۳۰)

في حاشية مسند احمد: إسناده حسن، صالح بن رستم فيه كلام ينزله عن رتبة الصحيح وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين.

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أُقِيمَتِ صَلَاةُ الْغَدَاةِ، فَنَهَضْتُ أُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَجَرَّنِي وَقَالَ: أَتُصَلِّي الْغَدَاةَ أَرْبَعًا؟ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۱۲۲۷)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير والبزار بنحوه وأبو يعلى ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۳۹۵، باب إذا أقيمت الصلاة هل يصلى غيرها)

مشغول ہوتا ہے تو وہ ایک حیثیت سے گویا کہ فرض نماز کی رکعتوں کو دوگنی کر کے پڑھنے والا ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا فُلَانُ بِأَيِّ الصَّلَاتَيْنِ اِعْتَدَدْتَ؟ أَبِصَلَاتِكَ وَحْدَكَ، أَمْ بِصَلَاتِكَ مَعَنَا؟ (مسلم، رقم الحديث ۷۱۲)

ترجمہ: ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، اور رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، پھر اس شخص نے مسجد کے ایک طرف دو رکعتیں پڑھیں، پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (نماز میں) شامل ہوا، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا، تو فرمایا کہ اے فلاں! تو نے دونوں نمازوں میں سے کس کو شمار کیا؟ کیا تنہا اپنی نماز کو یا ہمارے ساتھ والی نماز کو؟ (مسلم)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيْمُ (الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف، رقم الحديث ۲۷۶۰، ذِكْرُ اخْتِلَافِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَالْإِمَامُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فجر کی دو رکعتیں اس حال میں پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے، جب مؤذن اقامت کہہ رہا ہو (الاوسط لابن المنذر)

احادیث کے بعد اس سلسلہ میں چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

---

[1] قوله أتصلی الصبح أربعا هو استفهام إنكار ومعناه أنه لا يشرع بعد الإقامة للصبح إلا الفريضة فإذا صلى ركعتين نافلة بعد الإقامة ثم صلى معهم الفريضة صار فی معنى من صلى الصبح أربعا لأنه صلى بعد الإقامة أربعا قال القاضی والحكمة فی النهی عن صلاة النافلة بعد الإقامة أن لا يتطاول عليها الزمان فيظن وجوبها وهذا ضعيف بل الصحيح أن الحكمة فيه أن يتفرغ للفريضة من أولها فيشرع فيها عقب شروع الإمام وإذا اشتغل بنافلة فاته الإحرام مع الإمام وفاته بعض مكملات الفريضة فالفريضة أولى بالمحافظة على إكمالها قال القاضی وفيه حكمة أخرى وهو النهی عن الاختلاف على الأئمة(شرح النووی على مسلم، ج۵ ص ۲۲۳ ،باب كراهة المشوع فی نافلة بعد شروع المؤذن)

مسئلہ:...... جو شخص ایسے وقت مسجد میں داخل ہو، جب نماز شروع ہو چکی ہو، تو اس کو سنت و نوافل میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے۔

اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک یہ حکم تمام سنتوں کو شامل ہے، جس میں فجر کی سنتیں بھی داخل ہیں، جبکہ حنفیہ کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ فجر کی سنتوں کا پڑھنا جائز ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

مسئلہ:...... فجر کی سنتوں کی احادیث میں بہت زیادہ تاکید آئی ہے، یہاں تک کہ ان احادیث کی وجہ سے بعض حضرات نے فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کو واجب قرار دے دیا ہے۔

اور کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام سے فجر کی نماز کھڑی ہو جانے کے باوجود پہلے گھر میں یا مسجد سے باہر سنتیں ادا فرمانا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ يَسْمَعُ الْإِقَامَةَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ فَيُصَلِّيْ (الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف، رقم الحديث ۲۷۶۳، ذِكْرُ اخْتِلَافِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَالْإِمَامُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں (فجر کی) دو رکعتیں پڑھ رہے ہوتے تھے،

---

[1] من دخل المسجد، وقد أخذ المؤذن فی إقامة الصلاة فلا يجوز له الانشغال عنها بنافلة، سواء أخشی فوات الركعة الأولى أم لم يخش فواتها؛ لما ورد أن النبی صلى الله عليه وسلم قال :إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة ولأن ما يفوته مع الإمام أفضل مما يأتی به، فلا يشتغل به، وقد روت السيدة عائشة -رضی الله تعالى عنها -أن النبی صلى الله عليه وسلم خرج حين أقيمت الصلاة، فرأى ناسا يصلون، فقال :أصلاتان معا .وهذا عند المالكية والشافعية والحنابلة.

وبهذا قال أبو هريرة، وابن عمر، وعروة، وابن سيرين، وسعيد بن جبير، وإسحاق، وأبو ثور، وهو مذهب الحنفية بالنسبة لغير سنة الفجر.

وقال الحنفية فی سنة الفجر :إذا خاف فوت ركعتی الفجر لاشتغاله بسنتها تركها؛ لكون الجماعة أكمل، فلا يشرع فيها .وإذا رجا إدراک ركعة مع الإمام فلا يترک سنة الفجر، بل يصليها، وذلک فی ظاهر المذهب، وقيل :إذا رجا إدراک التشهد مع الإمام فإنه يصلی السنة خارج المسجد عند بابه إن وجد مكانا، فإن لم يجد مكانا تركها ولا يصليها داخل المسجد؛ لأن التنفل فی المسجد عند اشتغال الإمام بالفريضة مكروه وروى عن ابن مسعود :أنه دخل والإمام فی صلاة الصبح فركع ركعتی الفجر، وهذا مذهب الحسن، ومكحول، ومجاهد، وحماد بن أبی سليمان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص ۱۷۹، مادة ”صلاة الجماعة“)

اورآپ (مسجد میں فجر کی نماز کی) اقامت کی آواز سُن رہے ہوتے تھے، پھر مسجد میں آ کر (فجر کی) نماز پڑھتے تھے (الاوسط لابن المنذر)

اورحضرت مجاہد اور زید بن اسلم رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْـنَ عُـمَـرَ، دَخَـلَ الْـمَـسْـجِدَ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ ,وَالـنَّـاسُ فِي الصَّلَاةِ، فَـدَخَـلَ بَيْـتَ حَفْصَةَ ,فَـصَـلّٰـى رَكْـعَتَيْـنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ ,فَـصَلّٰى (الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف، رقم الحديث ۲۷۶۴؛ طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸ ،باب الرجل يدخل المسجدوالامام فی صلاة الفجر ولم يكن ركع)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، اور (فجر کی) نماز کھڑی ہو چکی تھی، اورلوگ نماز میں تھے، تو آپ حضرت حفصہ کے گھر میں داخل ہوئے، پھر وہاں دو رکعتیں پڑھیں، پھر مسجد میں تشریف لا کر آپ نے (فجر کی) نماز پڑھی (الاوسط لابن المنذر)

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

خَـرَجَ عَبْـدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنْ بَيْتِهٖ فَاُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْـعَتَيْـنِ قَبْـلَ اَنْ يَّـدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيْقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى الـصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸ ،باب الرجل يدخل المسجدوالامام فی صلاة الفجر ولم يكن ركع)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے تشریف لے گئے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستہ ہی میں (کسی مناسب جگہ یا گھر میں) دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کیں پھر مسجد میں داخل ہوئے اور فجر کی نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی (طحاوی)

حضرت ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دَخَـلْـتُ الْمَسْجِدَ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَالْإِمَـامُ يُصَلِّيْ فَاَمَّا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَافَدَخَلَ فِي الصَّفِّ وَاَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِـيَ اللّٰهُ عَـنْهُمَا،فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَكَانَهٗ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۷ ،باب

الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع)

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز کے لئے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو رکعت (سنت) پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورج نکل آیا تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں (طحاوی)

حضرت حارثہ بن مضرب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَ اَبَا مُوْسٰی خَرَجَا مِنْ عِنْدِ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَرَکَعَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِی الصَّلٰوۃِ وَاَمَّا اَبُوْ مُوْسٰی فَدَخَلَ فِی الصَّفِّ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ،رقم الحدیث ۶۴۷۶، باب فی الرجل یدخل المسجد فی الفجر؛الاوسط لابن المنذر رقم الحدیث ۲۶۹۷)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن عاص کے پاس سے گزرے، اور (فجر کی) نماز کھڑی ہو چکی تھی، پھر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر لوگوں کے ساتھ (فجر کی) نماز میں شریک ہوئے، اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ (دو رکعت سنت پڑھے بغیر جماعت کی) صف میں شامل ہو گئے (ابنِ ابی شیبہ)

اس کے علاوہ بعض آثار میں مسجد کے دروازے پر یا مسجد کے کسی گوشے میں دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ [۱]

---

[۱] عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ، قَالَ :حَدَّثَنِی عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِی مُوسَی، عَنْ أَبِیهِ، حِیْنَ دَعَاهُمْ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ دَعَا اَبَامُوْسٰی وَ حُذَیْفَةَ وَ عَبْدَاللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّی الْغَدَاةَ ثُمَّ خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِهٖ وَقَدْاُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَجَلَسَ عَبْدُاللهِ اِلٰی اُسْطُوَانَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَصَلَّی الرَّکْعَتَیْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِی الصَّلٰوةِ(طحاوی ج ۱ ص ۳۷۴، باب الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع؛ مشکل الآثار للطحاوی ،باب اذا اقیمت الصلاۃ)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِی مُوسَی، عَنْ أَبِیهِ، قَالَ :اُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ فَتَقَدَّمَ عَبْدُاللهِ اِلَی الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹۳۸۷)

قال الهیثمی: رواہ الطبرانی فی الکبیر، ورجالہ ثقات (،مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۲۳۹۱، باب اذا اقیمت الصلاۃ هل یصلی غیرها)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جن کے پیشِ نظر فقہائے احناف نے فجر کی سنتوں کے بارے میں یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر مسجد میں جماعت کھڑی ہونے میں کم وقت باقی ہو یا جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو ایسی صورت میں گھر میں سنتیں پڑھ کر مسجد میں جانا بہتر ہے، اور اگر کسی نے سنتیں نہ پڑھی ہوں اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد جماعت شروع

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِی مُوسَی، قَالَ: جَاءَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالْإِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اِلٰى سَارِيَةٍ وَلَمْ يَكُنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۳۸۵، واللفظ لهٗ؛ مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۴۰۲۱؛ الاوسط لابن المنذر، رقم الحديث ۲۷۶۲)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی ورجاله موثقون(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۳۹۲، باب فيما يدرك مع الامام)

عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ، اَنَّ الْوَلِيْدَ بْنِ عُقْبَةَ بَعَثَ اِلٰى حُذَيْفَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ يَسْأَلُهُمَا عَنِ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْعِيْدِ، فَأُقِيْمَتْ صَلَاةُ الْفَجْرِ، فَقَامَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ خَلْفَ سَارِيَةٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَهُمْ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۴۳۳)

قال الهيثمی: وابواسحاق لم يدرک حذيفة ولا ابن مسعود (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۳۹۲، باب فيما يدرک مع الامام)

عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِی مُوسَی، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ، دَخَلَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ الْفَجْرَ , فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ إِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ (الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف، رقم الحديث ۲۷۶۲)

عن الشعبی، عن مسروق؛ أنه دخل المسجد والقوم فی صلاة الغداة، ولم يكن صلى الركعتين، فصلاهما فی ناحية، ثم دخل مع القوم فی صلاتهم (مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۶۴۷۲، فی الرجل يدخل المسجد فی الفجر)

عن الحسن، قال: كان يقول: يصليهما فی ناحية، ثم دخل مع القوم فی صلاتهم(ایضاً،رقم الحديث ۶۴۷۳)

عن القاسم بن أبی أيوب، عن سعيد بن جبير؛ أنه جاء إلى المسجد والإمام فی صلاة الفجر، فصلى الركعتين قبل أن يلج المسجد، عند باب المسجد (ایضاً،رقم الحديث ۶۴۷۴)

عن عثمان بن غياث، قال: حدثنی أبو عثمان، قال: قد رأيت الرجل يجیء وعمر بن الخطاب فی صلاة الفجر، فيصلی الركعتين فی جانب المسجد، ثم يدخل مع القوم فی صلاتهم(ایضاً،رقم الحديث ۶۴۷۵)

عن عثمان بن الأسود، عن مجاهد، قال: إذا دخلت المسجد والناس فی صلاة الصبح، ولم تركع ركعتی الفجر فاركعهما، وإن ظننت أن الركعة الأولى تفوتک(ایضاً،رقم الحديث ۶۴۷۹)

عن وبرة، قال: رأيت ابن عمر يفعله، وحدثنی من رآه فعله مرتين؛ جاء مرة وهم فی الصلاة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہو چکی ہو تو مسجد کی داخلی حدود سے باہر ہلکی پھلکی سنتیں پڑھ لینے کے بعد امام کے ساتھ تشہد میں شرکت کی امید ہو تو پھر وہاں سنتیں پڑھ لینی چاہئیں، اور اگر تشہد میں شرکت کی امید نہ ہو تو پھر سنتیں نہیں پڑھنی چاہئیں، بلکہ جماعت میں شریک ہو جانا چاہئے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر مسجد کی داخلی حدود سے باہر جگہ میسر نہ ہو، اور اُس مسجد کے دو حصے ہوں اور ایک حصہ میں جماعت ہو رہی ہو، تو دوسرے حصہ میں بھی سنتیں پڑھنا جائز ہے۔

اور اگر ایسی جگہ نہ ہو، تو پھر کم از کم کسی دیوار وغیرہ کے حائل میں سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔

اور اگر مسجد میں ایسی صورت ممکن نہ ہو، تو جس جگہ جماعت ہو رہی ہو، وہاں صف کے پیچھے اسی طرح سنتیں پڑھنا ممنوع ہے، جیسا کہ آج کل بعض ناواقف لوگ ایسا کرتے ہیں، حالانکہ اس طرح صفوں کے متصل سنتیں پڑھنے کی حنفیہ کے نزدیک بھی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا اس طریقہ سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ اس میں احادیث کی صریح مخالفت پائی جاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فصلاهما فی جانب المسجد ، ثم دخل مرة أخرى فصلى معهم ، ولم يصلهما(ایضاً،رقم الحديث ۶۴۸۰)

عن أبی معشر ، عن إبراهيم ؛ أنه كره إذا جاء والإمام فی صلاة الفجر أن يصليهما فی المسجد ، وقال :يصليهما على باب المسجد ، أو فی ناحيته(ایضاً،رقم الحديث ۶۴۸۱)

عن أبی عبيد الله ، عن أبی الدرداء ، قال :إنی لأجیء إلى القوم وهم صفوف فی صلاة الفجر ، فأصلی الركعتين ، ثم أنضم إليهم(ایضاً،رقم الحديث ۶۴۸۲)

عن أبی عثمان النهدی، قال " :كنا نأتی عمر بن الخطاب رضی الله عنهما قبل أن نصلی الركعتين قبل الصبح ,وهو فی الصلاة ,فنصلی الركعتين فی آخر المسجد ,ثم ندخل مع القوم فی صلاتهم "(شرح معانی الآثار، رقم الحديث ۲۲۰۷،باب الرجل يدخل المسجدوالامام فی صلاة الفجر ولم يكن ركع)

[1] (ذكر ما يستنبط منه) وهو على وجوه .الأول اختلف العلماء فيمن دخل المسجد لصلاة الصبح فأقيمت الصلاة هل يصلی ركعتی الفجر أم لا فكرهت طائفة أن يركع ركعتی الفجر فی المسجد والإمام فی صلاة الفجر محتجين بهذا الحديث وروى ذلك عن ابن عمر وأبی هريرة وسعيد بن جبير وعروة وابن سيرين وإبراهيم وعطاء والشافعی وأحمد وإسحاق وأبی ثور وقالت طائفة لا بأس أن يصليهما خارج المسجد إذا تيقن أنه يدرك الركعة الأخيرة مع الإمام وهو قول أبی حنيفة وأصحابه والأوزاعی إلا أن الأوزاعی أجاز أن يركعهما فی المسجد وقال الثوری إن خشی فوت ركعة دخل معه ولم يصلهما وإلا صلاهما فی المسجد وقال صاحب الهداية ومن انتهى إلى الإمام فی صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتی الفجر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:...... اگر کوئی شخص پہلے سے سنت یا نفل نماز پڑھنے میں مشغول ہے، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر امام کے نماز ختم کرنے سے پہلے یہ اپنی نماز مکمل کر کے جماعت میں شامل ہوسکتا ہے تو اسے اپنی نماز مکمل کرنی چاہیے اور درمیان میں توڑنی نہیں چاہیے اور اگر جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو درمیان میں نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إن خشى أن تفوته ركعة يعنى من صلاة الفجر لاشتغاله بالسنة ويدرك الركعة الأخرى وهى الثانية يصلى ركعتى الفجر عند باب المسجد ثم يدخل المسجد لأنه أمكنه الجمع بين الفضيلتين يعنى فضيلة السنة وفضيلة الجماعة وإنما قيد بقوله عند باب المسجد لأنه لو صلاهما فى المسجد كان متنفلا فيه مع اشتغال الإمام بالفرض وإنه مكروه لقوله -صلى الله عليه وسلم " - إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة " وخصت سنة الفجر بقوله -صلى الله عليه وسلم " - لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل "رواه أبو داود عن أبى هريرة هذا إذا كان عند باب المسجد موضع لذلک وإن لم يكن يصليهما فى المسجد خلف سارية من سواريه خلف الصفوف وذكر فخر الإسلام وأشدها كراهة أن يصلى مخالطا للصف مخالفا للجماعة والذى يلى ذلک خلف الصف من غير حائل بينه وبين الصف وفى الذخيرة السنة فى سنة الفجر يعنى ركعتى الفجر أن يأتى بهما فى بيته فإن لم يفعل فعند باب المسجد إذا كان الإمام يصلى فيه فإن لم يمكنه ففى المسجد الخارج إذا كان الإمام فى المسجد الداخل وفى الداخل إذا كان الإمام فى الخارج وفى المحيط وقيل يكره ذلک كله لأن ذلک بمنزلة مسجد واحد(عمدة القارى، ج۵ص ۱۸۴، كتاب مواقيت الصلاة،باب إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة)

ومما يتصل بهذا الفصل. بيان الأماكن التى يؤتى فيها بالسنن .يجب أن يعلم بأن السنّة فى ركعتى الفجر أن يأتى بهما الرجل فى بيته، فإن لم يفعل، فعند باب المسجد إذا كان الإمام يصلى فى المسجد، فإن لم يمكنه ذلک، ففى المسجد الخارج إن كان الإمام فى الداخل، وفى الداخل إن كان الإمام فى الخارج، وإن كان المسجد واحداً، فخلف أسطوانة أو نحو ذلک، ويكره أن يصلى خلف الصفوف بلا حائل، وأشدها كراهة أن يصلى فى الصف مخالطاً للقوم، وهذا كله، إذا كان الإمام والقوم فى الصلاة، فأما قبل الشروع فى الصلاة إذا أتى بها فى المسجد فى أى موضع شاء لا بأس به(المحيط البرهانى،ج ۱،ص۴۴۷،كتاب الصلاة،الفصل الحادى والعشرون)

(قوله ويصليها عند باب المسجد إلى آخره) التقييد بالأداء عند باب المسجد يدل على الكراهة فى المسجد إلا إذا كان الإمام فى الصلاة لما روى عنه -صلى الله عليه وسلم -إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة ؛ ولأنه يشبه المخالفة للجماعة والانتباذ عنهم ولهذا ينبغى أن لا يصلى فى المسجد إذا لم يكن عند باب المسجد مكان ؛ لأن ترک المكروه مقدم على فعل السنة غير أن الكراهة تتفاوت فإن كان الإمام فى الصيفى فصلاته إياها فى الشتوى أخف من صلاتها فى الصيفى وقلبه ، وأشد ما يكون كراهة أن يصليها مخالطا للصف كما يفعله كثير من الجهلة .اهـ .فتح القدير(حاشية الشِّلْبِيِّ على تبيين الحقائق، ج ۱،ص ۱۸۲،باب إدراک الفريضة)

اور حنفیہ کے نزدیک دو رکعت پر سلام پھیر کر، اور اگر تیسری رکعت شروع کر چکا ہو تو چوتھی پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔

اور کم از کم دو رکعت پڑھنے سے پہلے اور تیسری رکعت شروع کر چکا ہو تو چار رکعت مکمل کرنے سے پہلے درمیان میں نماز کو نہیں توڑنا چاہیے۔ [1]

---

[1] اور علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے ظہر اور جمعہ سے قبل کی سنتوں میں بھی اسی حکم کو ترجیح دی ہے کہ دو سے کم کی صورت میں ان میں بھی سلام پھیر دینا چاہئے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے، کیونکہ ان سنتوں کی فرضوں کے بعد ادائیگی ممکن ہے۔
جبکہ بعض حضرات نے ظہر اور جمعہ سے قبل کی سنتوں کے بارے میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر ان کو پڑھتے وقت جماعت شروع ہو جائے، تو بہر حال چار رکعت مکمل کر کے سلام پھیرنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن كان يصلى النافلة، ثم أقيمت صلاة الجماعة فقد قال الشافعية والحنابلة :إن لم يخش فوات الجماعة بسلام الإمام فإنه يتم النافلة، ولا يقطعها؛ لقوله تعالى :(ولا تبطلوا أعمالكم . ثم يدخل فى الجماعة .وقال المالكية :إن لم يخش فوات ركعة بإتمام النافلة بأن تحقق أو ظن أنه يدرك الإمام فى الركعة الأولى عقب إتمام ما هو فيه أتمها، ثم دخل مع الجماعة.

أما إن خشي فوات الجماعة -كما يقول الشافعية والحنابلة -أو خشي فوات ركعة -كما يقول المالكية - فإنه يقطع النافلة وجوبا عند المالكية، وندبا فى غير الجمعة عند الشافعية، ووجوبا فى الجمعة (أى إن كانت التى يصليها الإمام هى الجمعة) ، وعند الحنابلة روايتان حكاهما ابن قدامة، إحداهما :يتم النافلة، والثانية: يقطعها؛ لأن ما يدركه من الجماعة أعظم أجرا وأكثر ثوابا مما يفوته بقطع النافلة؛ لأن صلاة الجماعة تزيد على صلاة الرجل وحده سبعا وعشرين درجة .

أما الحنفية :فلم يقيدوا القطع أو الإتمام بإدراك الجماعة، أو عدم إدراكها؛ لأن الشروع فى النافلة عندهم يجعلها واجبة، ولذلك يقولون :الشارع فى نفل لا يقطع مطلقا إذا أقيمت الجماعة وهو فى صلاة النافلة، بل يتمه ركعتين، وإذا كان فى سنة الظهر، أو سنة الجمعة، إذا أقيمت الظهر، أو خطب الإمام، فإنه يتمها أربعا على القول الراجح؛ لأنها صلاة واحدة.

ونقل ابن عابدين عن الكمال فى فتح القدير ما نصه :وقيل :يقطع على رأس الركعتين فى سنة الظهر والجمعة، وهو الراجح؛ لأنه يتمكن من قضائها بعد الفرض .وهذا حيث لم يقم إلى الركعة الثالثة .أما إن قام إليها وقيدها بسجدة ففى رواية النوادر يضيف إليها رابعة ويسلم، وإن لم يقيدها بسجدة فقيل :يتمها أربعا، ويخفف القراء ة .وقيل :يعود إلى القعدة ويسلم، وهذا أشبه، قال فى شرح المنية :والأوجه أن يتمها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ص۱۸۰، مادة "صلاة الجماعة")

(والشارع فى نفل لا يقطع مطلقا) ويتمه ركعتين (وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعا (على) القول (الراجح) لأنها صلاة واحدة، وليس القطع للإكمال بل للإبطال خلافا لما رجحه الكمال(الدرالمختار)

(قوله مطلقا) أى سواء قيد الأولى بسجدة أو لا (قوله خلافا لما رجحه الكمال) حيث قال :وقيل يقطع على رأس الركعتين، وهو الراجح لأنه يتمكن من قضائه بعد الفرض .ولا إبطال فى التسليم على الركعتين، فلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:...... اگر کسی شخص نے تنہا فرض نماز پڑھنا شروع کی، اور اسی درمیان اسی فرض نماز کی جماعت بھی شروع ہوگئی، تو اگر اس نے ابھی تک پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو وہ اپنی نماز کو توڑ کر جماعت میں شامل ہوجائے، اور اگر وہ پہلی رکعت کا سجدہ کر چکا ہے، تو اگر وہ فجر یا مغرب کی نماز ہے تو بھی درمیان میں نماز کو ختم کر کے جماعت میں شامل ہونا چاہیے، البتہ اگر اس نے دوسری رکعت کا بھی سجدہ کرلیا ہے تو پھر اسے اپنی نماز کو پورا کرنا چاہیے، اس صورت میں اپنی نماز پوری کرنے کے بعد جماعت میں شامل نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس صورت میں جماعت میں شامل ہونے سے اس کی یہ نماز نفل بنے گی، اور فجر کے بعد نفل نماز مکروہ ہے، اور مغرب کی نماز ہو تو نفل کی تین رکعت نہیں ہیں۔

اور اگر ظہر یا عشاء کی نماز ہو تو یہ حکم ہے کہ اگر پہلی رکعت کا سجدہ کرلیا ہے تو دوسری رکعت شامل کر کے قعدہ وتشہد سے فارغ ہو کر سلام پھیر لے، پھر امام کی اقتداء کرے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يفوت فرض الاستماع والأداء على الوجه الأكمل بلا سبب .اهـ.

أقول :وظاهر الهداية اختياره، وعليه مشى فى الملتقى ونور الإيضاح والمواهب وجمعة الدرر والفيض، وعزاه فى الشرنبلالية إلى البرهان .وذكر فى الفتح أنه حكى عن السعدى أنه رجع إليه لما رآه فى النوادر عن أبى حنيفة وأنه مال إليه السرخسي والبقالي .وفى البزازية أنه رجع إليه القاضى النسفى .وظاهر كلام المقدسى الميل إليه .ونقل فى الحلية كلام شيخه الكمال .ثم قال :وهو كما قال.

هذا، وما رجحه المصنف صرح بتصحيحه الولوالجى وصاحب المبتغى والمحيط ثم الشمنى .وفى جمعة الشرنبلالية :وعليه الفتوى .قال فى البحر والظاهر ما صححه المشايخ لأنه لا شك أن فى التسليم على الركعتين إبطال وصف السنية لا لإكمالها، وتقدم أنه لا يجوز، ويشهد لهم إثبات أحكام الصلاة الواحدة للأربع من عدم الاستفتاح والتعوذ فى الشفع الثانى، إلى غير ذلك كما قدمناه اهـ وأقره فى النهر.

أقول :لكن تقدم فى باب النوافل أنه يقضى ركعتين لو نوى أربعا وأفسده، وأنه ظاهر الرواية عن أصحابنا وعليه المتون، وأنه صحح فى الخلاصة رجوع أبى يوسف إليه، وصرح فى البحر أنه يشمل السنة المؤكدة كسنة الظهر، حتى لو قطعها قضى ركعتين فى ظاهر الرواية، وأن من المشايخ من اختار قول أبى يوسف فى السنن المؤكدة واختاره ابن الفضل وصححه فى النصاب، وقدمنا هناك أن ظاهر الهداية وغيرها ترجيح ظاهر الرواية، فحيث كانت المتون على ظاهر الرواية من أنه لا يلزمه بالشروع فى السنن إلا ركعتان لم تكن فى حكم صلاة واحدة من كل وجه، ولم يكن فى التسليم على الركعتين إبطالا لها وإبطال وصف السنية لما هو أقوى منه مع إمكان تداركها بالقضاء بعد الفرض لا محذور فيه فتدبر(ردالمحتار، ج۲ ص۵۳، ۵۴، باب ادراک الفريضة)

[1] اور یہ حکم عام حالات میں ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے تنہا نماز پڑھنے کی ضرورت ہو، مثلاً کوئی سفر میں ہو، اور جماعت کے ساتھ شامل ہو کر نماز پڑھنے کی وجہ سے سواری چھوٹ جاتی ہو، یا سامان کے چوری ہونے کا خطرہ ہو، یا ایسا امام نماز پڑھا رہا ہو کہ جس کی اقتداء میں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:...... اگر جمعہ کا خطبہ شروع ہو چکا ہو، یا امام جمعہ کے خطبہ کے لیے نکل چکا ہو، تو حنفیہ کے نزدیک سنن ونوافل کا پڑھنا مکروہ ہے۔

فقط

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۶/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ   21/نومبر/2012ء

ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نماز پڑھنا جائز نہ ہو، تو ایسے حالات میں اپنی نماز کو جاری رکھنا اور مکمل کرنا جائز ہوگا۔

وإن أقيمت الجماعة والمنفرد يصلي الصلاة المفروضة التي يؤديها الإمام، فإن لم يكن قيد الركعة الأولى بالسجود قطع صلاته، واقتدى، وإن كان قد عقد ركعة بالسجود، فإن كان في صلاة الصبح أو المغرب قطع صلاته واقتدى بالإمام، إلا إذا كان قد قام إلى الركعة الثانية، وقيدها بالسجود فإنه في هذه الحالة يتم صلاته. ولا يدخل مع الإمام؛ لكراهة التنفل بعد الفجر وبالثلاث في المغرب.

وهذا كما يقول الحنفية، لكن المالكية قالوا :يدخل مع الإمام في صلاة الصبح ولا يدخل معه في صلاة المغرب. وإن كانت الصلاة رباعية، وكان المنفرد قد قيد الركعة الأولى بالسجود، شفع بركعة أخرى، وسلم واقتدى بالإمام، وكذلك إذا كان صلى ركعتين وقام إلى الثالثة، ولكنه لم يقيدها بالسجدة، فإنه يرجع للجلوس، ويعيد التشهد، ويسلم ويدخل مع الإمام .وإن كان قد قيد الثالثة بالسجدة فإنه يتم صلاته، ويقتدي بالإمام متنفلا، إلا في العصر، كما هو عند الحنفية؛ لكراهة النفل بعده .من شرع في صلاة فائتة وأقيمت الحاضرة في المسجد فإنه لا يقطع صلاته، لكنه لو خاف فوت جماعة الحاضرة قبل قضاء الفائتة، فإن كان صاحب ترتيب قضى، وإن لم يكن فالظاهر أنه يقتدي؛ لإحراز فضيلة الجماعة، مع جواز تأخير القضاء وإمكان تلافيه .قال ابن عابدين بعد أن نقل ذلك عن الخير الرملي :ووجهه ظاهر؛ لأن الجماعة واجبة عندنا، أو في حكم الواجب.

أما إذا شرع في قضاء فرض، وأقيمت الجماعة في ذلك الفرض بعينه، فإنه يقطع ويقتدي .وعزى للخلاصة :أنه لو شرع في قضاء الفوائت، ثم أقيمت لا يقطع، هذا مذهب الحنفية.

وقال المالكية :من شرع في فريضة، وأقيمت الجماعة في غيرها، بأن كان في ظهر، فأقيمت عليه العصر مثلا قطع صلاته التي فيها إن خشي، بأن تحقق أو ظن فوات ركعة مع الإمام، وإن لم يخش فوات ركعة مع الإمام بأن تحقق أو ظن إدراكه في الأولى عقب إتمام ما هو فيه فلا يقطع بل يتم صلاته وقال الشافعية :من كان يصلي فائتة، والجماعة تصلي الحاضرة فلا يقلب صلاته نفلا ليصليها جماعة، إذ لا تشرع فيها الجماعة حينئذ، خروجا من خلاف العلماء، فإن كانت الجماعة في تلك الفائتة بعينها جاز ذلك، لكنه لا يندب، أي جاز قطع صلاته التي هو فيها، ويقتدي بالإمام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص۱۸۰، مادة "صلاة الجماعة")

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سونا سنت اور عبادت ہے

اگر کوئی شرعی حدود اور اعتدال میں رہتے ہوئے سوئے تو باوجودیکہ سونے کی حالت میں انسان کو شعور نہیں ہوتا، مگر اس کے باوجود اسے سونے میں بھی اجر وثواب حاصل ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے احادیث میں سونے کو بھی سنت، عبادت اور اجر وثواب کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورة القصص آیت نمبر ۷۳ پارہ نمبر ۲۰)

ترجمہ: اور (اللہ نے) اپنی رحمت سے بنادیئے تمہارے لئے رات اور دن کہ اُس (رات اور دن) میں سکون حاصل کرو، اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کی روزی، اور تاکہ تم شکر کرو (سورہ قصص)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رات کو آرام کا وقت بنانا اور دن کو کام کاج کا وقت بنانا اللہ تعالیٰ کی رحمت ونعمت ہے، جس پر شکر کا حکم ہے۔

طبی اعتبار سے بھی یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ نیند اور آرام انسانی جسم کی بنیادی ضرورت ہے، جس کے بغیر انسان کا اپنی ضروریات پوری کرنا بلکہ زندہ رہنا مشکل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ دن بھر روزہ رکھتے ہیں، اور رات بھر قیام کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ بے شک اے اللہ کے رسول! تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ایسا نہ کیجئے، روزہ بھی رکھئے، اور روزہ نہ بھی رکھئے؛ اور رات کو قیام بھی کیجئے، اور نیند بھی کیجئے، کیونکہ آپ کے جسم کا بھی آپ پر حق ہے، اور آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے،

اورآپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے(بخاری) [1]

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم فرمایا، تو حضرت سلمان نے ابودرداء کی زیارت کی، تو اُمِ درداء (یعنی ابودرداء کی اہلیہ) کو میلی کچیلی حالت میں پایا؛ تو حضرت سلمان نے اُن کی اس حالت کا معلوم کیا، انہوں نے جواب میں کہا کہ آپ کے بھائی ابودرداء کو دنیا سے کوئی لگاؤ نہیں؛ پھر ابودرداء تشریف لائے؛ اور ابودرداء نے سلمان کے لئے کھانا تیار کیا، اور کہا کہ آپ کھایئے، میں تو روزہ سے ہوں؛ حضرت سلمان نے کہا کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا، جب تک آپ نہیں کھائیں گے، تو حضرت ابوالدرداء نے کھانا کھالیا، پھر جب رات ہوئی، تو ابوالدرداء جا کر عبادت کے لئے کھڑے ہوگئے، حضرت سلمان نے کہا کہ آپ سوجایئے، تو وہ سوگئے، پھر اٹھ کر کھڑے ہوگئے، حضرت سلمان نے کہا کہ آپ سوجایئے، پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا، تو حضرت سلمان نے کہا کہ اب کھڑے ہوجائیں، پھر ان دونوں حضرات نے نماز پڑھی، ابوالدرداء سے حضرت سلمان نے کہا کہ بے شک آپ کے رب کا آپ پر حق ہے، اور آپ کے نفس کا آپ پر حق ہے، اور آپ کے گھر والوں کا آپ پر حق ہے، تو آپ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کیجئے، یہ سن کر ابوالدرداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور ان سے حضرت سلمان کی اس بات کا ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا (بخاری) [2]

---

[1] عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ العَاصِ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا عَبْدَ اللَّهِ، أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟ قُلْتُ :بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ :فَلاَ تَفْعَلْ، صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (بخارى، رقم الحديث ۵۱۹۹)

[2] عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا :مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ :أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا، فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ، فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ :كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ :مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ، فَقَالَ :نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ :نَمْ، فَلَمَّا كَانَ آخِرُ اللَّيْلِ، قَالَ سَلْمَانُ :قُمِ الآنَ، قَالَ :فَصَلَّيَا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ :إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صَدَقَ سَلْمَانُ (بخارى، رقم الحديث ۶۱۳۹، واللفظ لهٗ، ابنِ حبان، رقم الحديث ۳۲۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

تین گروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے گھروں کی طرف آئے، جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے تھے، جب لوگوں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا بتلایا، تو گویا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو کم سمجھا، تو انہوں نے کہا کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مقابلہ، آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردیئے گئے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا، اور دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، اور روزہ نہیں چھوڑوں گا، اور تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا، کبھی بھی نکاح (وصحبت) نہیں کروں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف لائے، اور آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسی ویسی بات کی ہے؟ یاد رکھو، اللہ کی قسم! میں تمہارے مقابلہ میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، اور تم سے زیادہ اللہ سے تقویٰ کا تعلق رکھنے والا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں، اور روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں، اور نماز بھی پڑھتا ہوں، اور سوتا بھی ہوں، اور بیویوں سے صحبت بھی کرتا ہوں، پس جو شخص میری سنت سے اعراض کرے، تو وہ مجھ میں سے نہیں (بخاری) [1]

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا، جو کہ رات بھر قیام کرتا تھا، اور دن بھر روزہ رکھتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو سوتا ہوں، اور نماز بھی پڑھتا ہوں، اور روزہ بھی رکھتا ہوں، اور روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں، پس جو شخص میری اقتداء کرے، تو وہ مجھ میں سے ہے، اور جو میری سنت سے اعراض کرے، وہ مجھ میں سے نہیں

---

[1] أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ الطَّوِيلُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ :جَاءَ ثَلاَثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا :وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ : أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ :أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلاَ أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ :أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلاَ أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ :أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي(بخاری، رقم الحديث ٥٠٦٣)

ہے، بے شک ہر عمل کے لئے رغبت اور جوش ہوتا ہے، پھر وہ ٹھنڈا پڑ جاتا اور سکون ہو جاتا ہے، پس جس کا سکون بدعت کی طرف ہوگا، تو وہ گمراہ ہو جائے گا، اور جس کا سکون سنت کی طرف ہوگا، وہ ہدایت پالے گا (مسند احمد) [۱]

مطلب یہ ہے کہ سنت والے عمل میں اگرچہ جوش نظر نہ آئے، تب بھی وہ ہدایت والا کام ہوتا ہے، جیسا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ آرام اور نیند کرنا اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا، اور جو کام سنت کے مقابلہ میں بدعت ہو، تو وہ ضلالت و گمراہی والا کام ہوتا ہے، اگرچہ اس میں کتنا ہی جوش اور جذبہ کیوں نہ نظر آئے، جیسا کہ جسم اور جان اور بیوی بچوں وغیرہ کے حقوق ضائع کر کے رات بھر عبادت میں مشغول رہنا۔

بعض احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح روزے رکھنے سے بھی منع فرمایا کہ جن کے درمیان افطار نہ کیا جائے۔ [۲]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ، فَأَقُوْمُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِيْ مِنَ النَّوْمِ، فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِيْ، فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِيْ كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِيْ (بخاری، رقم الحدیث ۴۳۴۱)

ترجمہ: میں رات کے اوّل حصہ میں سوتا ہوں، پھر میں بیدار ہو جاتا ہوں، اور میں اپنی نیند کا حصہ پورا کر لیتا ہوں، پھر میں (بیدار ہو کر) جو اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرماتے ہیں (قرآن مجید کی نماز یا غیر نماز میں) قرائت کرتا ہوں، اور میں اپنی نیند کے بارے میں بھی اسی طرح کا ثواب سمجھتا ہوں، جس طرح کا اپنے بیدار ہونے پر ثواب سمجھتا ہوں (بخاری)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح جاگ کر نیک عمل کرنا سنت سے ثابت اور عبادت ہے، اسی طرح سونا بھی سنت سے ثابت اور عبادت ہے۔

---

[۱] عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ :دَخَلْتُ أَنَا وَيَحْيَى بْنُ جَعْدَةَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ أَصْحَابِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :ذَكَرُوا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْلَاةً لِبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ :إِنَّهَا تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ، قَالَ :فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَكِنِّي أَنَا أَنَامُ وَأُصَلِّي، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، فَمَنِ اقْتَدَى بِي فَهُوَ مِنِّي، وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، إِنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً ثُمَّ فَتْرَةً، فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى بِدْعَةٍ فَقَدْ ضَلَّ، وَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى سُنَّةٍ فَقَدِ اهْتَدَى (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۴۷۴)

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح .

[۲] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ :نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ، فَقَالُوا : إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ :إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ (بخاری، رقم الحديث ۱۹۶۴)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط ۲۹)

حضرت یوسف کا اپنے بھائی کو طلب کروانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے جب ساری تفصیلات معلوم کرلیں، تو آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ پھر دوبارہ بھی آئیں، اس لئے اس کا ایک ظاہراً انتظام فرمایا کہ خود ان بھائیوں سے کہا، جب تم دوبارہ آؤ، تو اپنے سوتیلے باپ شریک بھائی کو بھی لے کر آنا، کیونکہ میں پورا پورا غلہ دیتا ہوں، اور اچھے طریقہ سے مہمانی کرتا ہوں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (سورة یوسف، رقم الآیة ۵۹)

یعنی ’’اور جب انھیں ان کا سامان تیار کردیا کہا میرے پاس وہ بھائی بھی لے آنا جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے، تم نہیں دیکھتے میں ناپ پورا دیتا ہوں اور بڑا مہمان نواز ہوں‘‘

اوراس کے بعدان بھائیوں سے یہ بھی کہا کہ اگر تم اپنے اس بھائی کو ساتھ لے کر نہ آئے، تو پھر میں تم کو آئندہ غلہ نہ دوں گا، کیونکہ میں یہ سمجھوں گا کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے، اور آئندہ تم میرے پاس نہ آنا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ (سورة یوسف، رقم الآیة ۶۰)

یعنی ’’پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو نہ تمہیں میرے ہاں سے پیمانہ ملے گا اور نہ تم میرے پاس آنا‘‘

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے عرض کیا کہ ہم اس بات پر اپنے والد کو تیار کریں گے، اوراس بات کی پوری کوشش کریں گے کہ ہمارے والد صاحب ان کو ہمارے ساتھ بھیجنے پر تیار ہوجائیں۔

Idara Ghufran

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ (سورة یوسف، رقم الآية ٦١)

یعنی ''انہوں نے کہا اس کے والد سے خواہش کریں گے اور ہم یہ کر کے ہی رہیں گے''

دوسرا انتظام حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ خفیہ طور جو نقد یا زیور غیرہ ان بھائیوں نے غلہ کی قیمت کے طور پر ادا کیا تھا، اس کے متعلق کارندوں کو حکم دے دیا کہ اس کو چھپا کر انہی کے سامان میں اس طرح باندھ دو کہ اس وقت پتہ نہ چلے، بعد میں جب یہ گھر پہنچ کر سامان کھولیں، اور اپنا نقد و زیور بھی ان کو واپس ملے، تو یہ پھر دوبارہ لینے کے لئے آ سکیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (سورة یوسف، رقم الآية ٦٢)

یعنی ''اور اپنے خدمتگاروں سے کہہ دیا کہ ان کی پونجی ان کے اسباب میں رکھ دو تا کہ وہ اسے پہچانیں جب وہ لوٹ کر اپنے گھر جائیں شاید وہ پھر آ جائیں'' [1]

﴿بقیہ صفحہ ٦٢ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

---

[1] امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس عمل میں کئی احتمال بیان فرمائے ہیں، ایک یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خیال آیا کہ شاید ان کے پاس اس نقد و زیور وغیرہ کے سوا اور کچھ موجود ہی نہ ہو، تو پھر دوبارہ غلہ لینے کے لئے نہیں آ سکیں گے، دوسرے یہ بھی احتمال ہے کہ اپنے والد اور بھائیوں سے کھانے کی قیمت لینا گوارا نہ ہو، اس لئے شاہی خزانہ میں اپنے پاس سے جمع کر دیا، ان کی رقم ان کو واپس کر دی، اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ وہ جانتے تھے کہ جب ان کا سامان ان کے پاس واپس پہنچ جائے گا، اور والد ماجد کو علم ہوگا، تو وہ اللہ کے رسول ہیں، اس واپس شدہ سامان کو مصری خزانہ کی امانت سمجھ کر ضرور واپس بھیجیں گے، اس لئے بھائیوں کا دوبارہ آنا اور یقینی ہو جائے گا۔

قيل :خشي يوسف عليه السلام أن لا يكون عندهم بضاعة أخرى يرجعون للميرة بها .وقيل :تذمم أن يأخذ من أبيه وإخوته عوضا عن الطعام، وقيل أراد أن يردهم إذا وجدوها فى متاعهم تحرجا وتورعا، لأنه يعلم ذلك منهم والله أعلم(تفسير ابن كثير، ج۴ص ۳۴۱، سورة يوسف)

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ میں ایک بات انتہائی حیرت انگیز ہے کہ ایک طرف تو ان کے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی مفارقت سے اتنے متاثر ہوئے کہ روتے روتے نابینا ہو گئے، اور دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام جو خود بھی نبی ورسول ہیں، باپ سے فطری اور طبعی محبت کے علاوہ ان کے حقوق سے بھی پوری طرح باخبر ہیں، لیکن چالیس سال کے طویل زمانہ میں ایک مرتبہ بھی کبھی یہ خیال نہ آیا کہ میرے والد میری جدائی سے بے چین ہیں، اپنی خیریت کی خبر کسی ذریعہ سے ان تک پہنچوا دیں، خبر پہنچوا دینا تو اس حالت میں بھی کچھ بعید نہ تھا، جب وہ غلامی کی صورت میں مصر پہنچ گئے تھے، پھر عزیزِ مصر کے گھر میں تو ہر طرح کی آزادی اور آسائش کے سامان بھی تھے، اس وقت کسی ذریعہ سے گھر تک خط یا خبر پہنچوا دینا کچھ مشکل نہ تھا، اس طرح جیل کی دنیا میں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

بیماری میں صحت کے زمانہ کے اعمال کا ثواب

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ، أَوْ سَافَرَ، کُتِبَ لَہٗ مِثْلُ مَا کَانَ یَعْمَلُ مُقِیْمًا صَحِیْحًا (بخاری، رقم الحدیث ۲۹۹۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوجائے، یا سفر کرے، تو اس کے لئے اسی طرح کا اجروثواب لکھا جاتا ہے، جو وہ مقیم اور صحت مند ہونے کی حالت میں عمل کیا کرتا تھا (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ یُصَابُ بِبَلَاءٍ فِیْ جَسَدِہٖ إِلَّا أَمَرَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَلَائِکَۃَ الَّذِیْنَ یَحْفَظُوْنَہٗ فَقَالَ: اُکْتُبُوْا لِعَبْدِیْ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ، مَا کَانَ یَعْمَلُ مِنْ خَیْرٍ، مَا کَانَ فِیْ وِثَاقِیْ (مسنداحمد، رقم الحدیث ۶۴۸۲) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں جس شخص کے بھی جسم میں کوئی بیماری ہوجاتی ہے، تو اللہ عزوجل اُن فرشتوں کو جو نامۂ اعمال کو محفوظ کرنے والے ہیں، یہ حکم فرماتے ہیں کہ تم میرے بندہ کے لئے ہر دن اور رات میں وہ سب خیر والے اعمال لکھو، جو وہ کیا کرتا

---

[۱] فی حاشیۃ مسند احمد: إسنادہ صحیح علی شرط مسلم، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر القاسم بن مخیمرۃ، فمن رجال مسلم، وروی لہ البخاری تعلیقاً.

وقال المناوی: (ما من مسلم یصاب فی جسدہ إلا أمر اللہ تعالی الحفظۃ اکتبوا لعبدی فی کل یوم ولیلۃ من الخیر ما کان یعمل ما دام محبوسا فی وثاقی) أی قیدی ولھذا قیل إن امرأۃ فتح الموصلی عثرت فانقلع ظفرھا فعرجت فضحکت فقیل لھا :ما تجدین الوجع قالت :لذۃ ثوابہ أزالت عن قلبی مرارۃ ألمہ.

(ک) فی الجنائز (عن ابن عمرو) بن العاص قال الحاکم :علی شرطھما وأقرہ الذھبی (فیض القدیر، تحت رقم الحدیث ۸۱۰۴)

تھا، جب تک کہ یہ (بیماری کی وجہ سے) میری قید میں ہے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا كَانَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ، ثُمَّ مَرِضَ، قِيْلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِهٖ: اُكْتُبْ لَهٗ مِثْلَ عَمَلِهٖ إِذَا كَانَ طَلِيْقًا، حَتّٰى أُطْلِقَهٗ، أَوْ أَكْفِتَهٗ إِلَيَّ (مسنداحمد، رقم الحديث ۶۸۹۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب عبادت کے اچھے طریقہ پر ہوتا ہے، پھر وہ بیمار ہوجاتا ہے، تو اُس پر مقرر فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اُس کے لئے اسی طرح کے عمل کی طرح (کا اجر وثواب) لکھو، جب وہ (بیماری سے) آزاد تھا (اور وہ عمل کیا کرتا تھا) یہاں تک کہ میں اُسے (بیماری سے) آزاد نہ کردوں، یا (بصورتِ دیگر) اُس کو اپنی طرف نہ بُلا لوں (یعنی وفات نہ دیدوں) (مسند احمد)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: إِنِّيْ إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا، فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهٗ، فَإِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا، وَيَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِي:، وَابْتَلَيْتُهٗ، فَأَجْرُوْا لَهٗ كَمَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ صَحِيْحٌ

(مسنداحمد، رقم الحديث ۱۷۱۱۸) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ عزّ وجلّ فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے بندوں میں سے کسی مومن بندہ کو بیماری میں مبتلا کردیتا ہوں، پھر وہ اس بیماری پر میری حمد بیان کرتا ہے، تو وہ اس بیماری کی وجہ سے اپنے بستر سے اس حال میں خطاؤں سے پاک ہوکر اٹھتا ہے، جیسا کہ اس دن تھا، جس دن کہ وہ اپنی ماں سے پیدا ہوا تھا، اور رب عزّ وجلّ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندہ کو (بیماری میں) قید کیا ہے، اور اس کو بیماری

---

[1] في حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن، رجاله ثقات رجال الشيخين إلا أن عاصماً روى له الشيخان مقروناً، وتابعه أبو حصين.

[2] في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره

میں مبتلا کیا ہے، تو (اے فرشتو!) تم اس کے لیے اسی طرح کا اجروثواب لکھو، جس طرح تم اس کے لیے صحیح وتندرست ہونے کی حالت میں (اس کے عمل کرنے کے نتیجہ میں اجروثواب) لکھتے تھے (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَبْتَلِيهِ اللّٰهُ بِبَلَاءٍ فِي جَسَدِهِ، إِلَّا قَالَ اللّٰهُ لِلْمَلَكِ: اُكْتُبْ لَهُ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ، فَإِنْ شَفَاهُ غَسَلَهُ وَطَهَّرَهُ، وَإِنْ قَبَضَهُ غَفَرَ لَهُ وَرَحِمَهُ (مسنداحمد، رقم الحديث ۱۳۵۰۱) [۱]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو جسمانی طور پر کسی بیماری میں مبتلاء کرتا ہے تو فرشتوں سے کہہ دیتا ہے کہ یہ جتنے نیک کام (صحت وتندرستی کی حالت میں) کیا کرتا تھا، ان کا ثواب برابر لکھتے رہو، پھر اگر اسے شفاء مل جائے تو اللہ اسے (گناہوں سے) دھو کر پاک صاف کر چکا ہوتا ہے اور اگر اسے اپنے پاس واپس بلالے تو اس کی مغفرت کر دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے (مسند احمد)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ جب مقیم اور صحت مند ہونے کی حالت میں کوئی نیک عمل کیا کرتا ہے، اور پھر وہ بیمار ہو جاتا ہے، یا سفر میں ہوتا ہے، تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان سب نیک اعمال کا اجروثواب عطا فرماتے ہیں، جو وہ مقیم اور صحت مند ہونے کی حالت میں کیا کرتا تھا، خواہ اس کا سفر اور بیماری کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو جائے، یہاں تک کہ وہ اسی حال میں فوت کیوں نہ ہو جائے۔

اور یہ حکم ان اعمال کے بارے میں ہے، جو فرض وواجب درجہ سے نیچے کے ہیں۔

---

[۱] في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن.

ایضاح المرام فی ترک القرأة خلف الامام

تحقیق مسئلة قرأة مقتدی

تالیف: حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی صاحب (فاضل: جامعہ اشرفیہ، لاہور)

ناشر: الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37184803

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□...... جمعہ ۲/ ۹/ ۱۶/ ۲۳/ ذی الحجہ اور یکم محرم کو متعلقہ مساجد میں حسبِ معمول جمعہ کے وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

□...... ۴/ ۱۸/ ۲۵/ ذی الحجہ اور ۳/ محرم، اتوار (دن دس بجے) مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی۔

□...... ۴/ ذی الحجہ، اتوار بعد مغرب یومِ والدین کا جلسہ ہوا، جس میں راقم امجد کا بیان ہوا۔

□...... ۴/ ۲۵/ ذی الحجہ اور ۳/ محرم، اتوار بعد ظہر قرآنی شعبہ جات کے طلبہ وطالبات کے لئے بزمِ ادب اور بعد عصر شعبہ حفظ کے طلبہ کے لئے اصلاحی مجلس ہوئی۔

□...... ۱۰/ ذی الحجہ بمطابق ۲۷/ اکتوبر متعلقہ مساجد میں عیدُ الاضحیٰ کی نماز وخطبہ کا عمل حسبِ سابق ہوا، مسجد امیر معاویہ میں مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم نے آٹھ بجے، مسجد بلال صادق آباد میں مولانا محمد ناصر صاحب نے ساڑھے سات بجے، اور مسجد غفران میں بندہ امجد راقم الحروف نے پونے سات بجے نماز عید پڑھائی، مسجد غفران میں نماز عید سے فارغ ہوتے ہی اجتماعی قربانیوں کے ذبیحے کا عمل شروع ہوگیا، جو رات دس بجے تک بلا تعطل بالتسلسل جاری رہا۔

کل ۸۹ بڑے اضاحی امسال ذبح ہوئے، پہلے دن ۸۶/ اضاحی ذبح ہوکر تقسیم ہوئے، دوسرے دن ۳/ اضاحی ذبح ہوئے، جو عید کے دوسرے دن ہی منڈی سے خریدے گئے، امسال تین قسم کے حصے رکھے گئے تھے، ۵ ہزار، ۷ ہزار، ۸ ہزار، روپے فی حصہ (بچ جانے والی رقم بعد میں حصہ داروں کو واپس کردی گئی)

□...... ۷/ ذی الحجہ بروز بدھ، ادارہ میں عید کی چھٹیوں کا اعلان کیا گیا، جو جمعرات ۸/ ذی الحجہ تا اتوار (شام) ۱۸/ ذی الحجہ تک دی گئیں۔

□...... پیر ۱۹/ ذی الحجہ سے تعطیلات ختم ہوکر ادارہ کے تمام شعبوں کے معمولات معمول کے مطابق شروع ہوگئے۔

□...... ۱۳/ ذی الحجہ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم (لاہور) دارالافتاء میں تشریف لائے، مفتی محمد رضوان صاحب کے ساتھ تفصیلی مجلس ہوئی، مختلف علمی اُمور زیرِ بحث آئے، دن ایک بجے کے قریب یہ خوش گوار علمی نشست اختتام پذیر ہوئی۔

□......۱۵/ ذی الحجہ بروز جمعرات بعد ظہر حضرت مدیر صاحب ایک تنازعہ کے تصفیہ کے لئے ثالثی کے طور پر جناب حاجی عبدالحق مغل صاحب (اصغر مال روڈ، راولپنڈی) کے یہاں تشریف لے گئے۔

اسی روز رات کو حضرت مدیر صاحب اپنی والدہ محترمہ اور اہلِ خانہ کے ہمراہ خیابان سرسید میں اپنے ایک عزیز جناب جعفر صاحب کے یہاں عشائیہ میں شریک ہوئے۔

□......۱۶/ ذی الحجہ بروز جمعہ حضرت مدیر صاحب نے مسجد امیر معاویہ (کوہاٹی بازار) میں بعد عصر ایک محلّہ دار (جناب صالحین قریشی صاحب کے بیٹے) کا نکاحِ مسنون پڑھایا۔

□......۱۸/ ذی الحجہ بروز اتوار حضرت مدیر صاحب بمعہ اہلِ خانہ اپنے داماد مولانا محمد ناصر صاحب کے یہاں ظہرانے پر مدعو تھے۔اسی دن راقم امجد مانسہرہ میں اپنے دو اعزہ جناب قاری بہاء الحق صاحب زید مجدہ (سابق مدرس ادارہ غفران) اور بھائی سہیل اقبال (کوٹلی پائیں) کی شادیوں کے موقع پر تقاریب ولیمہ میں شریک ہوا، دونوں جگہ ایک ہی دن ولیمہ تھا، کوٹلی پائیں میں اتباعِ سنت کانفرنس میں بیان کا بھی موقع ملا، اسی دن رات کو واپسی ہوئی۔

□......وفات حسرت آیات: ۲۲/ ذی الحجہ شبِ جمعرات، مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا رات دس بجے شفاء انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد میں وصال ہوا، آپ کی ۹۴ سال عمر تھی، حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر براہِ راست بیعت ہونے کے شرفِ اشرف سے مشرف و معمور تھے، مسیح الامت حضرت جلال آبادی اور حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری نور اللہ مرقدہما کے خلیفہ مجاز تھے، یعنی انہی نسبتوں سے مالا مال تھے، جن کے حضرت جی نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب نور اللہ مرقدہ حامل تھے، حضرت جی نواب صاحب علیہ الرحمہ کا وصال بھی اسی سال ماہ صفر میں ہوا تھا (مدتِ عمر بھی حضرت جی نواب صاحب کے لگ بھگ رہی) آپ کی جدائی کے زخم ابھی ہرے ہی تھے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی جدائی کا صدمہ دیکھنا پڑھا، اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْئٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی، نَحْنُ بِفِرَاقِکَ لَمَحْزُوْنُوْنَ یَا تَنْوِیْرُ.

مفتی محمد رضوان صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی، بندہ امجد اور مولانا عبدالسلام صاحب (ناظم التبلیغ) کو غسل دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

□......۳/ محرم بروز اتوار حضرت مدیر صاحب بمع اہلِ خانہ و مولانا محمد ناصر بحریہ ٹاؤن میں اپنے ایک عزیز کے یہاں عشائیہ پر مدعو تھے۔

□......۴/ محرم بروز پیر حضرت مدیر صاحب صدر میں جناب نوید صاحب کے یہاں عشائیہ پر مدعو تھے، مولانا محمد ناصر ہمراہ تھے۔

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیامیں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ 16 /اکتوبر/ 2012ء، بمطابق ۲۸/ ذیقعدہ/ 1433ھ: پاکستان: سیکنڈ میرین بٹالین اور ایئر ڈیفنس پاک بحریہ میں شامل ✍ 17 /اکتوبر: پاکستان: شہریوں کے فون ریکارڈ کرنے، ای میل اور ایس ایم ایس کو بطور ثبوت استعمال کرنے کا حکومتی بل، اپوزیشن کو شدید تحفظات ✍ 18 /اکتوبر: پاکستان: ستمبر میں 9 کروڑ 18لاکھ ڈالر کی غیر ملکی سرمایہ کاری ہوئی، اسٹیٹ بینک آف پاکستان ✍ 19 /اکتوبر: پاکستان: اوگرا کا میگا کرپشن سکینڈل، قومی خزانے کو 44ارب کا نقصان پہنچایا گیا، نیب کی سپریم کورٹ میں رپورٹ ✍ 20 /اکتوبر: پاکستان: 90ء کے الیکشن میں دھاندلی ہوئی، سپریم کورٹ، رقوم باٹنے پر اسلم بیگ اور اسد درانی کے خلاف کارروائی کا حکم ✍ 21 /اکتوبر: پاکستان: لاہور میں 42ہزار 813پاکستانیوں نے ایک ساتھ قومی ترانہ پڑھ کر عالمی ریکارڈ قائم کردیا ✍ 22 /اکتوبر: پاکستان: پٹرول 2.32فی لیٹر، سی این جی 2.12فی کلو سستی، مٹی کے تیل اور ڈیزل کی قیمتوں میں معمولی کمی ✍ 23 /اکتوبر: پاکستان: ڈسپلے سنٹرز پر ٹیکس نمبر آویزاں کرنا لازمی قرار دینے کی منظوری ✍ 24 /اکتوبر: پاکستان: میڈیکل کی تعلیم کے لئے عمر کی حد ختم کردی گئی، ایف ایس سی میں 60فیصد نمبر لازمی قرار ✍ 25 /اکتوبر: پاکستان: پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں ہفتہ وار ردوبدل نہ کیا جائے، چیف جسٹس ✍ 26 /اکتوبر: پاکستان: سپریم کورٹ کے حکم پر سی این جی 30.90روپے کلو سستی کرنے کا فیصلہ ✍ 27 /اکتوبر: پاکستان: نمازِ عید کے اوقات میں دہشت گردی کا خطرہ، حساس علاقوں میں صبح 4 گھنٹوں تک موبائل سروس معطل رکھنے کا اعلان ✍ 28 /اکتوبر ✍ 29 /اکتوبر: (تعطیلِ اخبارات) ✍ 30 /اکتوبر: پاکستان: سرکاری ملازمین کے لئے ریٹائرمنٹ کی عمر 62سال کردی گئی ✍ 31 /اکتوبر: امریکہ: سمندری طوفان نے کئی امریکی ریاستیں اجاڑ دیں، 38ہلاک، ہر طرف تباہی، بجلی بند ✍ یکم/نومبر: پاکستان: عدلیہ، فوج پر تنقید، اسلحہ نمائش پر پابندی، وال چاکنگ بند، انتخابی ضابطہ اخلاق منظور، خلاف ورزی کرنے والا نااہل ہوگا، الیکشن کمیشن ✍ 02 /نومبر: پاکستان: سی این جی کی قیمتیں 19نومبر تک برقرار رکھنے کا حکم، چیف جسٹس ✍ 03 /نومبر: پاکستان: خضدار، مسافر وین پر فائرنگ سے آتشزدگی، 18افراد زندہ جل گئے ✍ 04 /نومبر: پاکستان: کئی شہروں میں سی این جی سٹیشنز بند، 5مالکان کے خلاف مقدمہ ✍ 05 /نومبر: پاکستان: مشرف دور میں پیرول پر رہا 35ملزمان کی گرفتاری کا حکم ✍ 06 /نومبر: پنجاب میں مرد سرکاری ملازمین کو بھی بچے کی پیدائش پر چھٹیاں ملیں گی، نوٹیفیکیشن جاری ✍ 07 /نومبر: پاکستان: اقوامِ متحدہ نے حقانی نیٹ ورک پر پابندی

✍ لگادی، اثاثے منجمد ✍ 08/نومبر:پاکستان:امریکہ ،اوباما دوبارہ امریکی صدر منتخب ✍ 09/نومبر:پاکستان:مشترکہ مفادات کونسل میں پنجاب کا مطالبہ تقسیم، کے الیس سی سے 300 میگاواٹ بجلی واپس ✍ 10/نومبر:پاکستان:پاکستانی انجینئرز نے الیکٹرانک ووٹنگ مشین تیار کرلی، بنانے میں چار سال لگے ✍ 11/نومبر:پاکستان:عام انتخابات 18 مارچ 2013ء کے بعد 45 روز کے اندر ہونگے ،وزیر اطلاعات ✍ 12/نومبر:پاکستان: کراچی میں ٹارگٹ کلنگ جاری، سہراب گوٹھ میدانِ جنگ بن گیا، دن بھر فائرنگ ، مزید8افراد ہلاک ✍ 13/نومبر: بھارتی ریاست آسام میں ایک بار پھر کشیدگی،3 مسلمان شہید،5 زخمی ✍ 14/نومبر: پاکستان: بچے سکول نہ بھیجنے پر والدین کو3 ماہ قید،25ہزار جرمانہ،قومی اسمبلی میں مفت لازمی تعلیم کا بل منظور ✍ 15/نومبر: پاکستان: صدر، نگران وزیر اعظم اور گورنرز کے انتخابی مہم چلانے پر پابندی، وفاقی کابینہ میں انتخابی اصلاحات کا بل منظور ✍ 16/نومبر: چین: ژی جن پنگ ،چین کے نئے صدر، لیکا چیانگ وزیر اعظم ہونگے ✍ 17/نومبر: غزہ پر اسرائیلی بمباری جاری، شہداء کی تعداد 23 ہوگئی ✍ 18/نومبر: غزہ: اسرائیلی حملوں میں بچی سمیت مزید17 فلسطینی شہید، حماس حکومت کا ہیڈکوارٹر تباہ ✍ 19/نومبر: پاکستان: کراچی سے لندن جانے والی پی آئی اے کی پرواز بڑے حادثے سے بچ گئی، ائرپورٹ پر ہنگامی لینڈنگ ✍ 20/نومبر: پاکستان میں19 فیصد بچوں کی اموات نمونیا سے ہوتی ہیں،طبی ماہرین کا ایکسپریس کے سیمینار سے خطاب۔

اِنَّا بِفِرَاقِکَ لَمَحْزُوْنُوْنَ یَا تَنْوِیْرُ!

محمد امجد حسین

پہنچا فلک تک نالۂ شب گیر بھی	رحلت پہ کس کی سب ہوئے دِلگیر بھی
بے سود تھا ہر چارہ ہر تدبیر بھی	کتنا غنی ہے کاتبِ تقدیر بھی
صدمے سے قیصر کے ابھی نکلے نہ تھے	کہ روٹھ ہی گئے ڈاکٹر تنویر بھی
تکوین کے تھے وہ قطب پھر بھی مگر	کرتے رہے انذار بھی تبشیر بھی
خمخانۂ باطن تھیں ان کی مجلسیں	گھائل وہ کرتے قلب کو بے تیر بھی
قیصر تھے گو شانِ جمالی کا ظہور	شانِ جلالی کے یہ تھے تصویر بھی
سرشار تھے صبحِ ازل کے عہد سے	کرتے کتابِ دل کی وہ تفسیر بھی
قلب و نظر والے تھے وہ، ان کے حضور	بے کار تھی، تحریر بھی، تقریر بھی
دیدار سے جن کی ہوں آساں مشکلیں	منزل کا وہ سپنا بھی تھے ، تعبیر بھی
کیسے ہوں طے اصلاح کے اب مرحلے	امجد ترے دونوں تو تھے، وہ پیر بھی